جلد 22 شمارہ 2

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

# انصاراللہ

ربوہ

تبلیغ 1360 ہش

فروری 1981ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

# انصار اللہ ربوہ

ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

تبلیغ ۱۳۶۰ ہش

فروری ۱۹۸۱ء

ایڈیٹر

**غلام باری سیف**

مدیران اعزازی

ملک صلاح الدین صاحب بھارت

مبارک احمد صاحب ساقی لندن

کمال یوسف صاحب سکینڈے نیویا

## فہرست مضامین



پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم

مطبع :۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت :۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

کتابت

محمد ارشد خوشنویس دار الصدر شرقی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

جلد ۲۱ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۲

تبلیغ ۱۳۶۰ ہش

# کوچ کی گھڑی

اسلام کا نظریہ ہے کہ دنیوی زندگی حیات مستعار ہے ۔ حقیقی زندگی اُخروی زندگی ہے ۔ یہ دُنیا دار العمل ہے اور وہ دار الجزاء ہے ۔ اس حیات مستعار میں ہم جو کچھ کریں گے اس کا بدلہ ہمیں ملے گا ۔ نیک اعمال کی ہمیں جزاء ملے گی جبکہ بد اعمال کا ہم خمیازہ بھگتیں گے ۔ یہ دُنیا دار الابتلاء ہے ۔ دار المحن ہے ۔ ہم امتحان کے کمرہ میں بیٹھے ہیں اور پرچہ سوالات ہمارے ہاتھ میں تھما دیا گیا ہے ۔ ہدایت نامہ ہمارے سامنے ہے کہ اس طرح زندگی کو گزارنا ہے ان امور سے احتراز کرنا ہے ۔ اور ہم اپنے تمام اعمال کی وجہ سے خدا کے سامنے جوابدہ ہیں ۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :-

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ (عنکبوت آیت : ۶۵)

کہ یہ ورلی زندگی لہو ولعب ہے ۔ اصل زندگی اُخروی زندگی ہے ۔ اے کاش لوگ یہ حقیقت جان لیں ۔
کفار اور مشرکین کہتے تھے ۔ کہ یہ تصور صرف قصے کہانیاں ہیں ۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (النمل ۶۹)
اور وہ اس تصور کو خرافات سے تعبیر کرتے تھے ۔ مشہور جاہلی شاعر نابغہ کہتا ہے ؎

اَمَوْتٌ ثُمَّ بَعْثٌ ثُمَّ حَشْرٌ　　حَدِيْثُ خُرَافَةٍ يَا اُمَّ عَمْرٍو

کہ یہ تصور کہ ہم مریں گے پھر ہمارا حشر ہو گا ۔ ہم خُدا کے سامنے پیش ہوں گے ۔ اے امّ عمرو یہ خرافات ہیں ۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں ۔

لیکن قرآن نے مختلف مقامات میں بالخصوص سورۃ مومنون میں اس حقیقت کو کھول کر بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ پیدائش انسانی کی تخلیق بے سود نہیں۔ اور یہ تصور کہ تم خدا کے سامنے جوابدہ نہیں ہوگے ایک غلط مفروضہ ہے۔

احادیث میں ذکر ہے کہ جبرائیل امین بارگاہ رسالت میں آئے۔ دریافت کیا ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ معلّم دین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایمان یہ ہے کہ تو خدا، ملائکہ، اس کے رسولوں، کتابوں اور اس کی لقاء یعنی بعث بعد الموت پر ایمان لائے۔ جبرائیل آدمی کی شکل میں متمثل ہوکر آئے تھے۔ جب وہ چلے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ جبرائیل تھے جو تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔ (بخاری) کہ تعلیم کا ایک طریق سوال وجواب بھی ہے۔ یہ تصور کہ ہم اپنے اعمال کی وجہ سے ایک روز خدا کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔ اس ورلی زندگی میں گناہ، ظلم، زیادتی سے روکتا ہے۔ یہ تصور ہمیں زندگی میں لرزاں اور ترساں رکھتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"تمام نیکیوں اور راستبازیوں کا بڑا بھاری ذریعہ منجملہ دیگر اسباب اور وسائل کے آخرت پر ایمان بھی ہے ...... آخرت کا ڈر ہی تو انسان کو خائف اور ترساں بنا کر معرفت کے سچے چشمے کی طرف کشاں کشاں لے آتا ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل ص۵۳)

آخرت کا تصور انسان کو ہر ظلم، زیادتی، بے انصافی سے باز رکھتا ہے۔ دنیا کی محبت سرد کرتا ہے کہ جب تک اس کی محبت سرد نہ ہو۔ خدا کی محبت دل میں جگہ نہیں پاتی۔ اس راہ کے ایک سالک نے کیا خوب فرمایا ؎

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں  این خیال است ومحال است وجنوں

کہ تو خدا کا بھی طالب ہو اور دنیا کا بھی طلبگار رہے یہ ناممکن بات ہے۔ یہ محض ایک مفروضہ ہے جو حقیقت کا روپ کبھی نہیں دھار سکتا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"گناہوں سے بچنے کا صرف ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ اس بات پر کامل یقین انسان کو ہو جائے کہ خدا ہے اور جزا وسزا دیتا ہے۔" (ملفوظات جلد سوئم ص۱۱)

اس تصور نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی زندگیوں میں جو تغیر کیا اس کی چند جھلکیاں پیش کرتا ہوں تا یہ اندازہ ہو سکے کہ یہ محرک انسانی زندگی میں کیا انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ یہ تصور صرف زبانوں تک نہ رہے یہ صداقت دل میں اتر جائے۔ یہ حقیقت کا روپ دھار جائے۔ حدیث میں آتا ہے جب سورۃ حج کی یہ آیات نازل ہوئیں:۔

"اے لوگو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ یاد رکھو زلزلۃ الساعۃ ایک عظیم چیز ہے۔ اس دن ہر دودھ پلانے والی اپنے نوزائیدہ شیر خوار کو بھول جائے گی اور حاملہ عورت کا حمل

ساقط ہو جائے گا۔ اور لوگوں کے ہوش و حواس گم ہو جائیں گے ۔" (الحج آیت ۲،۳)

تو صحابہ کے چہروں کا رنگ زرد پڑ گیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ۔

(ترمذی ابواب التفسیر۔ تفسیر سورۃ حج)

زرارۃ بن اوفیٰ قاضی بصرہ نے جب صبح کی نماز میں قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۙ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ (المدثر: ۹،۱۰)

یاد کرو اس وقت کو جب بگل میں پھونکا جائے گا۔ تو یہ دن ایک سخت دن ہو گا ۔

وہ غش کھا کر گرے اور روح ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی ۔

اس تصوّر کا یہ نتیجہ تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حشر کے روز کی مشہور حدیث جو شفیاً الاصبحی سے مروی ہے بیان کی تو چیخیں مار کر منہ کے بل گر گئے ۔ اور جب یہی حدیث امیر معاویہ کے دربار میں اس کے سامنے کسی نے بیان کی تو وہ بھی اتنا روئے کہ راوی کہتا ہے کہ قریب تھا کہ ان کا پتہ پھٹ جاتا ۔ وہ حدیث یہ ہے کہ قیامت کے دن ایک عالم ۔ قاری ، مالدار خدا کے سامنے پیش ہوں گے ۔ خدا ان سے اُن کے علم قرآن ۔ علم دین اور دولت کے متعلق پوچھے گا کہ بتاؤ میری نعمت کو تم نے کیا کیا ۔ اور اُن کے جواب پر خدا یہ کہے گا کہ تم نے دولت خرچ کی ۔ قرآن پڑھتے رہے لیکن میرے لئے تو یہ تم نے نہیں کیا ۔ تم نے جھوٹی شہرت کے حصول کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا ۔ جاؤ تمہیں یہ مل گئی ۔ تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں یہ پہلے تین آدمی ہیں جن پر جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی ۔

یہ تصوّر غالب تھا جس کے نتیجہ میں حضرت عمر فاروق جیسا عادل ، رعایا کا بہی خواہ بار بار یہ کہتے سنائی دیتے ہیں ۔ ماذا تقول لربّك غداً ۔ ماذا تقول لربّك غداً ۔ عمر کل خدا کو کیا جواب دو گے ۔ عمر کل خدا کو کیا جواب دو گے ۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ خدا کے سامنے کھڑا ہو کر جوابدہی کی کسے تاب و تواں ہے ۔ اس لئے اس تصوّر بعث کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیئے اور یہ دُعا کرنی چاہیئے جو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے کی ہے

سوال مجھ سے نہ کر اے مرے سمیع و بصیر
جواب مانگ نہ اے "لاجواب" جانے دے

## حادثاتِ زندگی

انسانی زندگی حادثات سے متاثر ہوتی ہے ۔ اگر دیدہ و دل بینا ہے ۔ انسانی بصیرت سے محروم نہیں ہوا تو بعض حوادث اس کی زندگی میں انقلاب لا کر رہتے ہیں ۔ ایک بار ایک انسپکٹر پولیس سے ملاقات ہوئی ۔ نماز کیلئے انہوں نے تہہ بند نکالی تو کیا دیکھتا ہوں وہ سیاہ رنگ کا معمولی تہہ بند ہے اس کی اطراف کثرت استعمال سے بوسیدہ

ہیں۔ اس لئے درمیان سے سی کر اُسے قابل استعمال بنایا گیا تھا۔ میں نے کہا انسپکٹر صاحب یہ ترک دنیا کیا بات ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ مولوی صاحب میں اپنی تنخواہ پر ہی گذارہ کرتا ہوں۔ رشوت نہیں لیتا۔ اس لئے زندگی اس ڈھب سے گزرتی ہے۔ میں نے دریافت کیا۔ یہ کسی حادثہ کا نتیجہ ہے یا آغاز ملازمت سے ہی آپ کا یہی دستور رہا۔ انہوں نے بتلایا کہ یہ ایک حادثہ میں ہوا۔ انہوں نے پھر بتلایا کہ ایک بار ایک گائے چوری ہوگئی۔ اس کی تفتیش کے سلسلہ میں میں اور میرے کچھ سپاہی ایک گاؤں گئے۔ چور کا پتہ چل گیا۔ میرے سپاہی اس سے کچھ وصول کرنے کی فکر میں تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ میرے پاس کوئی چیز آپ کو دینے کے لئے نہیں کہ اتنے میں اس کی چھوٹی بچی نظر آئی اس کے کانوں میں چھوٹی چھوٹی بالیاں تھیں۔ میرے سپاہیوں نے وہ بالیاں اتارنے کے لئے کہا۔ جب بچی کی بالیاں اتارنے لگے تو بچی بہت چلائی۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں نے بچی کے رونے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے سارا ماجرا مجھے بتایا۔ تو میرے دل میں اک ہوک اٹھی اور میں نے کہا پتہ نہیں ظالم تم نے کتنی ایسی بچیوں کے ارمانوں کا خون کیا۔ اور میں نے اس وقت سے توبہ کرلی کہ آئندہ کسی سے رشوت نہیں لوں گا۔

مہاتما بدھ نے جب ایک جنازہ کو دیکھا اور دیکھا کہ لوگ اس کے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔ نالہ و شیون بلند کر رہے ہیں تو انسان کی فانی زندگی کے تصوّر نے اُن کے دل میں ایک عجیب تغیّر پیدا ہوا۔ اور پھر اس خیال کے ارتقاء اور اُن کی تپسیا یعنی عبادت انہیں ایک مصلح کی صورت میں دنیا کے سامنے ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایک شخص کی زندگی میں بھی ایک حادثہ نے عظیم تغیّر پیدا کیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قافلہ پر ڈاکہ ڈالنے کی غرض سے ایک جگہ چھپا بیٹھا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی اس کے قریب پہنچے تو حُدی خوان قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا۔

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ - (الحدید آیت ۱۷)

کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ مومنوں کے دل ذکر الٰہی سے خدا کے آستانہ پر جھک جائیں۔

اُس شخص نے کو ہیں سے جست لگائی اور کہا بلیٰ۔ کیوں نہیں۔ اور بآواز بلند کہا:-

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً رسول الله -

اسی دنیا میں انسان ہر روز حوادث کو دیکھتا ہے۔ اس کے سامنے اس کا کوئی عزیز دم توڑ رہا ہے۔ وہ اس کے سامنے سرہانے کھڑا ٹک ٹک دیکھتا ہے۔ لیکن کچھ نہیں کر سکتا۔ ماں کا لخت جگر اس کی گود میں دم توڑ رہا ہے۔ ماں کی مامتا آنسو تو بہا سکتی ہے۔ اس کی زندگی نہیں لوٹا سکتی۔

دریائے چناب کے کنارے سیلاب کی تندی میں ایک شخص کے مویشی بہے جا رہے تھے اور کنارے پر کھڑا ایک بھائی رو رہا تھا۔ یہ کہہ رہا تھا کہ میرا بھائی اُن کو بچاتا ہوا ساتھ ہی بہہ گیا۔ سیلاب کی تند لہروں سے

وہ اپنے بھائی کو بچا نہ سکا۔

کراچی میں ایک خاندان نے نیا بنگلہ کرایہ پر لیا۔ اپنا سامان اُس میں رکھا۔ فرج (FRIDGE) کی تار پلگ (PLUG) میں لگائی۔ تھوڑی دیر بعد خاندان کا چشم و چراغ آیا۔ فرج کو کھولنے کے لئے دستہ پر ہاتھ رکھا کہ بجلی کی رَو سارے جسم میں سرایت کر گئی۔ اُس نے ہاتھ کھینچا تو کھینچنے کی بجائے فرش پر وہ گر گیا اور فرج اُس کے اُوپر۔ اور گھر کا چراغ اس طرح گُل ہو گیا۔

ایک روز مغرب کی نماز نمازی داتا گنج بخش کی مسجد میں ادا کر رہے تھے۔ شدید آندھی آئی اور مسجد کے مینار زمین بوس ہو گئے۔ چند آدمی اُن کے ملبہ کے نیچے آکر کچلے گئے۔ اگلے روز ایک اخبار نے اس پر اداریہ لکھا کہ ایسے حادثات پر ہم پہلے استغفار کرتے تھے۔ خدا سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے تھے۔ لیکن اب اس طرف نگاہ کیوں نہیں اُٹھتی۔ توجہ اس طرف مبذول کیوں نہیں ہوتی۔ انسان کیوں اتنا سنگدل ہو گیا ہے۔ وہ کیوں ایسے واقعات کو دیکھ کر خدا کی جانب نگاہ نہیں کرتا۔ وہ اُس ازلی اور ابدی قدیر خدا کی طرف کیوں نگاہ نہیں اٹھاتا۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اسی حقیقت کی طرف انسان کو متوجہ کرتے ہیں:۔

وَكَأَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ (سورۃ یوسف آیت ۱۰۶)

کہ زمین و آسمان میں کتنے نشان ہیں۔ جن کے پاس سے لوگ گزرتے ہیں اُن کو دیکھتے ہیں لیکن منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔

ایک صاحب فہم و ذکا کو گھڑیال کی آواز میں یہ سبق سنائی دیتا ہے ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹا دی

بینا آنکھ نئے چاند کے طلوع ہونے پر بھی یہ سبق حاصل کرتی ہے۔ لیکن ایسے بھی ہیں کہ صدی بھی گزر جائے تو آنکھ نہیں کھولتے۔ نہیں دیکھتے کہ کیا ہو گیا اور کیا ہونے والا ہے۔

---

# وَحُبُّ الهَوىٰ واللهِ صِلٌّ مُدَمِّرُ

بخدا ہوا و ہوس کی محبت ہلاک کرنے والا سانپ ہے

---

أَطِعْ رَبَّكَ الْجَبَّارَ أَهْلَ الْأَوَامِرِ — وَخَفْ قَهْرَهُ وَاتْرُكْ طَرِيقَ التَّجَاسُرِ

اپنے خدا کی اطاعت کر کہ جو جبار اور صاحب احکام ہے ۔ اور اُسکے قہر سے ڈر اور جسارت کا طریق چھوڑ دے ۔

وَكَيْفَ عَلَىٰ نَارِ النَّهَابِرِ تَصْبِرُ — وَأَنْتَ تَأَذَّىٰ عِنْدَ حَرِّ الْهَوَاجِرِ

تو مصیبتوں کی آگ پر کیونکر صبر کر سکے گا ۔ اور تیرا حال یہ ہے کہ تو دوپہر کی گرمی کی شدت کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا

وَحُبُّ الْهَوَىٰ وَاللهِ صِلٌّ مُدَمِّرُ — لِمُلْتَمِسٍ أَفْعَىٰ نَاعِمٌ فِي النَّوَاظِرِ

اور ہوا و ہوس کی محبت بخدا ہلاک کرنیوالا سانپ ہے ۔ اور اُوپر سے سانپ کی کینچلی کی طرح نرم اور ملائم ہے ۔

فَلَا تَخْتَارُوا الطَّغْوَىٰ فَإِنَّ إِلٰهَنَا — غَيُورٌ عَلَىٰ حُرُمَاتِهِ غَيْرُ قَاصِرِ

سرکشی میں حد سے نہ بڑھ کہ ہمارا خدا اپنی حدود کے بارہ میں غیرتمند ہے ۔ اور مجرم اُس کی گرفت سے بچ نہیں سکتے ۔

وَلَا تَقْعُدَنْ يَا ابْنَ الْكِرَامِ بِمُفْسِدٍ — فَتَرْجِعَ مِنْ حُبِّ الشَّرِيرِ كَخَاسِرِ

اور اے بزرگوں کی اولاد مفسدوں کی صحبت اختیار نہ کر ۔ ورنہ تو بُروں کی صحبت سے نقصان اُٹھا کر لوٹے گا ۔

وَلَا تَحْسَبَنْ ذَنْبًا صَغِيرًا كَهَيِّنٍ — فَإِنَّ وِدَادَ اللَّمَمِ إِحْدَى الْكَبَائِرِ

اور چھوٹے گناہ کو بھی حقیر مت جان ۔ کہ چھوٹے گناہ کی محبت بھی بڑا گناہ ہے ۔

وَآخِرُ نُصْحِي تَوْبَةٌ ثُمَّ تَوْبَةٌ — وَمَوْتُ الْفَتَىٰ خَيْرٌ لَهُ مِنْ مَنَاكِرِ

اور ہماری آخری نصیحت یہ ہے کہ توبہ کر توبہ کر کہ گناہوں میں مبتلا ہونے سے جان کا مرجانا بہتر ہے ۔

(انجام آتھم)

# بدنیائے دُوں دل مبند اے جوان

## اے جوان اس ذلیل دنیا سے دل نہ لگا

بدنیائے دُوں دل مبند اے جواں — تماشائے آں بگذرد ناگہاں
اے جوان اِس ذلیل دُنیا سے دل نہ لگا — کیونکہ اس کا تماشا اچانک ختم ہو جاتا ہے۔

بدنیا کسے جاودانہ نماند — بہ یک رنگ وضعِ زمانہ نماند
دُنیا میں کوئی بھی ہمیشہ نہیں رہا — اور زمانہ کا حال ایک جیسا نہیں رہتا۔

بدستِ خود از حالتِ دردناک — سپردیم بسیار کس را بہ خاک
ہم نے درد بھرے دل کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے — بہت لوگوں کو سپردِ خاک کیا ہے۔

چو خود دفن کردیم خلقے کثیر — چرا یاد ناریم روزِ اخیر
جب ہم نے خود بہت سی مخلوق کو دفن کیا ہے — تو پھر کیوں نہ ہم اپنی موت کا دن یاد رکھیں۔

نہ خاطر چرا یادِ شاں افگنیم — نہ ما آہنیں جسم و روئیں تنیم
اپنے دل سے اُن کی یاد کیوں بھلا دیں — ہم فولاد تن اور کانسی کے بنے ہُوئے تو نہیں ہیں۔

بترس اے معاند زِ قہرِ خُدا — کہ سخت است قہرِ خُداوندِ ما
اے مخالف خُدا کے غضب سے ڈر — کہ ہمارے خُدا کا قہر بہت سخت ہے۔

بہ ناکردنِ ترسِ پروردگار — بسا شہر ویراں شدند و دیار
پروردگار کا خوف نہ کرنے کی وجہ سے — بہت سے شہر اور ملک برباد ہو گئے۔

(براہین احمدیہ حصہ دوم)

# حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب

(غلام باری سیف)

آج سے قریبًا پینتیس سال پہلے طالب علمی کے زمانہ میں کسی نے سوال کیا کہ حضرت مسیح موعود کے صحابہ میں سے سب سے بڑے صوفی کون تھے۔ یاد نہیں میں نے کیا جواب دیا تھا۔ لیکن یہ خوب یاد ہے کہ انہوں نے پھر خود ہی فرمایا:

"حضرت میر محمد اسماعیل صاحب"

فضیلت کی بحث بہت مشکل ہوتی ہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت میر صاحب ایک خدا رسیدہ ولی تھے۔ اور اُن کی وفات کے بعد کئی بار "عظیم صوفی" کے لقب سے انہیں یاد کیا گیا۔

## حسب و نسب

حضرت میر محمد اسمٰعیل وہ خوش نصیب صحابی ہیں۔ جنہیں حضرت مسیح موعود کے نسبتی بھائی ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ آپ اُس بلند پایہ خاتون کے بھائی ہیں۔ جنہیں خدا نے "خدیجہ" قرار دیا۔ خدائے قدوس نے اپنے مسیح کو فرمایا تھا۔ "اُشْکُرْ نِعْمَتِی رَأَیْتَ خَدِیجَتِی"۔

سلسلہ نسب کے لحاظ سے حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب حضرت امام حسین علیہ السلام کی چوالیسویں پشت اور خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کی پانچویں پشت سے تھے۔ گویا آپ کا خاندان حسینی سادات تھا۔

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب اپنی عظیم بہن سے سولہ برس چھوٹے تھے۔ حضرت سیدہ کی ولادت ۱۸۶۵ء کی ہے۔ اُن کی ولادت کے بعد حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ہاں پانچ بچے پیدا ہوئے۔ جو سب خدا کی مشیّت نے اپنے پاس بُلا لئے۔ ان کے بعد ۱۸ر جولائی ۱۸۸۱ء بروز دوشنبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لڑکا عطا فرمایا جن کا نام محمد اسمٰعیل رکھا۔ جن کا وجود لوگوں کے لئے بہت نافع الناس ثابت ہوا۔ جو سماءِ احمدیت کے درخشندہ ستارے ثابت ہوئے۔

حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ہاں تیرہ بچے پیدا ہوئے جن میں سے دس فوت ہو گئے اور تین باقی بچے اور وہ تھے حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ، حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب اور حضرت میر محمد اسحاق صاحب۔ تینوں کو آپس میں

بے مثال تعلق اور محبت تھی۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب نے تو اپنی عظیم بہن کا جو آپ سے پچیس سال بڑی تھی دودھ بھی پیا تھا۔ (سیرت ... مرتبہ شیخ محمود احمد عرفانی جلد ۲ صفحہ ۱۲)

حضرت میر ناصر نواب صاحب نے "حیات ناصر" کے نام سے اپنی سرگزشت قلمبند کی ہے جس میں آپ نے بیان کیا ہے کہ۔ آپ بارہ تیرہ سال کے تھے کہ والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ماموں نے نقشہ نویسی اور محکمہ نہر کا کام سکھایا۔ چنانچہ آپ محکمہ نہر میں اوورسیر ہو کر کاہنووان، چھنیالی۔ تتلہ بسلسلہ ملازمت رہے۔ خاکسار راقم الحروف کا تعلق بھی کاہنووان سے ہے۔ میں نے یہیں آنکھیں کھولیں۔ ایک بار سیدنا حضرت مصلح موعود نے فرمایا "حضرت اُم المومنین کاہنووان میں رہے ہیں۔ میں اس مکان کو دیکھنا چاہتا ہوں"۔ خاکسار نے حضور کے منشاء کا اظہار کاہنووان کے بزرگ صدر صاحب سید عبد العزیز صاحب سے کیا تو انہوں نے مجھے اپنے ساتھ لے جا کر وہ مکان دکھایا۔ جہاں حضرت میر ناصر نواب صاحب مع اہل و عیال رہا کرتے تھے۔

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب ۱۹۰۵ء میں ایف۔ ایس سی کے امتحان میں فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے حضرت مسیح موعود اور اہل خانہ سب کا مشورہ یہی تھا۔ کہ ڈاکٹری میں داخلہ لیا جائے۔

اس وقت حضرت میر ناصر نواب صاحب کی کل آمد تیس ۳۰ روپے ماہوار پنشن تھی اور دو سو بیس ۲۲۰ روپیہ سالانہ گاؤں سے آمد تھی۔ ڈاکٹری تعلیم کے لئے تیس ۳۰ روپے ماہوار اخراجات کے علاوہ پچاس ۵۰ روپے سالانہ فیس اور ساٹھ روپے مختلف اوقات میں کتب کے لئے درکار تھا۔ حضرت میر صاحب فرماتے ہیں۔ "اکتوبر میں داخلہ ہوتا تھا۔ والد صاحب محترم کا کہنا تھا کہ اس تعلیم کا خرچ میری مقدرت سے باہر ہے اس لئے جُوں جُوں داخلہ کے ایام قریب آرہے تھے میرا اضطراب بڑھ رہا تھا۔ کہ ایک دن گھر کی ایک خادمہ نے ایک ملفوف خط میرے ہاتھ میں دیا جس کا مضمون یہ تھا:۔

"تم اپنی ڈاکٹری کی تعلیم کے لئے تردد نہ کرو۔ انشاء اللہ جو خرچ مزید درکار ہوگا وہ میں پورا کروں گی۔ اور یہ مت خیال کرو کہ حضرت صاحب سے لے کر دوں گی۔ بلکہ جو میرا ذاتی خرچ ہے اس سے دیا کروں گی۔ بلکہ انشاء اللہ حضرت صاحب کو بھی اس کی اطلاع نہ ہوگی"۔

خط کے نیچے "نصرت جہاں" کے الفاظ تھے۔ یہ خط حضرت میر صاحب کی آپا کی طرف سے تھا۔ محترم میر صاحب حضور کو "آپا" کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔

جب داخلہ کا وقت آیا تو محترم میر صاحب کو بوجہ فرسٹ ڈویژن کے بارہ روپے ماہوار وظیفہ حکومت کی طرف سے ملا۔ اور آپ کا نام داخلہ کے لئے سر فہرست تھا۔ محترم میر صاحب فرماتے ہیں۔ میرے اخراجات کیلئے آپا نے ایک صندوقچی مقفل رکھی ہوئی تھی۔ اس میں پیسے ڈالتے رہتے اور مہینہ کے بعد والد صاحب کے دس روپے کے ساتھ دس روپے مزید ملا کر مجھے ماہوار بھجواتے رہے۔ اس میں مکان، ستھرا، خاکروب، نائی، دھوبی اور ملازم لڑکے

کے اخراجات پورے ہوتے تھے۔ حکومت کی طرف سے آپ کو باقاعدہ پانچوں سال وظیفہ ملتا رہا۔ اس طرح آپ کی ڈاکٹری کی تعلیم مکمل ہوئی۔ شفیق بہن نے اپنے وعدہ کو نبھایا اور اس بات کا علم سوائے میر صاحب اور حضرت سیّدہ کے اور کسی کو نہ تھا۔ یہ واقعہ تحریر فرماتے ہوئے محترم میر صاحب رقمطراز ہیں:۔

"جو روپیہ ان کو ذاتی جیب خرچ کے لئے ملتا تھا اس میں مسلسل اتنے سال اپنے پر تنگی ترشی گوارا فرما کر انہوں نے میرے پر اتنا بڑا احسان فرمایا۔ جس کے اظہار کا موقعہ اس سے بہتر اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ان کا ایتاء ذی القربیٰ ان کی لمبی اور مسلسل قربانی اور مجھ پر ان کی خاص شفقت اور محبت کے اخلاق فاضلہ کو آئندہ نسلوں کے لئے بطور سبق کے پیش کر دوں۔ یہ تو صرف ایک خاص واقعہ ہے جس کا علم چونکہ عام لوگوں کو نہیں ہے اس لئے لکھ دیا۔ ورنہ جو ان کے احسانات مجھ پر ہیں ان کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ احسان کہ ان کے تعلق کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ایک ایسے عظیم الشان شخص سے ہمارا پیوند کروا دیا۔ کہ اس کے شکر سے ہماری زبانیں بالکل قاصر ہیں"

حضرت سیّدہ کی سیرت کا یہ پہلو کتنا بے مثال ہے۔ کہ بڑی بہن نے بھائی کو زبانی نہیں کہا۔ بلکہ لکھ کر بھجوایا تاکہ اُن کی طبیعت پر کوئی بوجھ نہ ہو۔ آپ اس امر کی منتظر نہ رہیں کہ حضرت میر ناصر نواب صاحب یا حضرت سیّدہ کی والدہ محترمہ یا ضرورتمند بھائی ان مشکلات یا ضرورت کا ذکر کرے اور کسی خارجی تحریک کے بغیر ہی بھائی کے فکر کو ہلکا کر دیا۔ ترتیب واقعات میں یہاں اس واقعہ کا ذکر آ گیا۔ ورنہ دونوں بہن بھائیوں کی بے مثال محبت اور باہم احترام کا ذکر میں آگے چل کر کروں گا۔ انشاء اللہ

جب آپ میڈیکل کے آخری سال کا امتحان دے چکے۔ نتیجہ کے بارہ میں فکر تھی کہ حضرت مسیح موعود کو الہام ہوا:۔

"اسسٹنٹ سرجن" (بدر ۲۰ جولائی ۱۹۰۵ء)

چنانچہ آپ تمام پنجاب میں اوّل نمبر پہ پاس ہوئے۔ ملازم ہو کر دہلی متعین ہوئے۔ ۱۹۰۷ء میں لاہور میو ہسپتال میں متعین ہوئے۔ اس کے علاوہ پانی پت، گوجرہ، چکوال ضلع ڈیرہ غازی خاں، سرسہ ضلع حصار، لائل پور، فاضلکا ضلع فیروز پور، گورداسپور اور شملہ وغیرہ میں آپ متعین رہے۔

ملازمت کے ایام میں آپ کے پیشہ کی شہرت کی وجہ سے دُور دراز سے مریض آپ کے پاس پہنچتے۔ آنکھوں کے اپریشن میں آپ کو کمال مہارت حاصل تھی۔ جب آنکھوں کے اپریشن کے ایام آتے تو جس ہسپتال میں آپ متعین ہوتے وہ آئی کیمپ کی صورت اختیار کر جاتا۔ ملازمت کے دوران جو سبق آموز اور دلچسپ واقعات آپ کو پیش آتے رہے اُسے آپ نے آپ بیتی کے نام سے شائع کروا دیا۔ پہلی بار یہ واقعات رسالہ رہنمائے تعلیم ماہ اپریل و جولائی ۱۹۲۵ء

میں شائع ہوئے۔ بعد میں انہیں یکجائی طور پر کتابی صورت میں شائع کر دیا۔

## پاکیزہ رزق

خدا کے پاک بندے رزقِ حلال کو ہی پسند کرتے ہیں۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ

کہ اللہ تیرا حلال رزق مجھے حرام سے کفایت کر دے اور تیرا فضل مجھے سب سے مستغنی کر دے۔ کہ برکت رزقِ حلال میں ہی ہے۔

حضرت میر صاحب آپ بیتی میں ملازمت کے دوران کا ایک واقعہ درج فرماتے ہیں کہ ایک بار ایک شخص آیا۔ اُس نے اپنی کسی بھی ضرورت کے لئے محترم میر صاحب سے بیماری کا غلط سرٹیفکیٹ بنوانا چاہا۔ محترم میر صاحب نے غلط سرٹیفکیٹ دینے سے انکار کیا تو وہ فیس کی پیشکش کو بڑھاتا چلا گیا۔ لیکن آپ یہی فرماتے رہے کہ میں غلط سرٹیفکیٹ نہیں دے سکتا۔

دوسرا ایک واقعہ بھی دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ ایک بار سول سرجن آپکے ہسپتال کے معائنہ کے لئے آیا۔ اس کے بہرے نے آکر کچھ کوئلہ، صابن اور راشن وغیرہ کا مطالبہ کیا آپ نے فرمایا تمہارے صاحب کو مجھ سے زیادہ تنخواہ ملتی ہے وہ مجھ سے زیادہ امیر ہے۔ پھر وہ ان چیزوں کا مجھ سے مطالبہ کیوں کرتا ہے۔ جاؤ بازار سے جاکر یہ چیزیں خرید لو۔ اور اُسے واپس بھیج دیا۔ خود جاکر سول سرجن کو کہا کہ آپ کے آدمی نے ہسپتال میں آکر آپ کو بھی ذلیل کیا اور حکومت کو بھی کہ چند ٹکوں کی چیزیں مانگیں۔ محترم میر صاحب فرماتے ہیں کہ ابھی میں وہیں بیٹھا ہوا تھا کہ وہ بیرہ آیا تو سول سرجن نے اس کی وہ درگت بنائی کہ مجھے آئندہ کے لئے بھی اس سر دردی سے نجات مل گئی۔ اور جب آپ سول سرجن مقرر ہوئے تو آپ نے رشوت کی یہ صورت اپنے لئے قطعی طور پر بند کر دی اور دیانت کا اعلیٰ معیار مقرر فرمایا۔

میں ممنون ہوں کہ حضرت سیدہ اُمّ متین صاحبہ نے اس مضمون کی تیاری میں مجھے بہت قیمتی معلومات بہم پہنچائیں۔ آپ نے بتلایا کہ اباجان محترم فرمایا کرتے تھے۔ مجھے فیس لینے میں سخت حجاب تھا۔ میں اس غرض کے لئے ہاتھ نہ بڑھا سکتا تھا۔ اس زمانہ میں چاندی کے روپے ہوتے تھے۔ مریض میری جیب میں فیس ڈال دیتے بعض دفعہ گھر آکر جب فیس نکالی جاتی تو اُن میں سے اکثر کھوٹے سکے ہوتے تھے۔ محترم قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری فرماتے ہیں۔ جن دنوں آپ لائل پور میں متعین تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا:۔

"قاضی صاحب! اگر کسی غریب احمدی یا غیر احمدی مریض کو علاج کی ضرورت ہو تو آپ مجھے بتلا

دیا کریں۔ میں اس کے گھر جا کر بلا فیس اس کا علاج کیا کروں گا۔" (الفضل ۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء)

## مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اُولیٰ

جن دنوں آپ گورداسپور میں متعین تھے۔ ملک مولا بخش صاحب بھی وہیں ملازم تھے۔ جب میر صاحب کا وہاں سے تبادلہ ہوا تو انہوں نے میر صاحب سے عرض کیا۔ میر صاحب! آپ کوشش کریں کہ یہیں رہ جائیں۔ فرمایا میں کیوں کوشش کروں۔ اس سے کیا فائدہ ہو گا؟ ملک صاحب نے عرض کیا قادیان کے قریب رہیں گے۔ ہر ہفتہ کے روز سائیکل پر قادیان جایا کریں گے۔ میر صاحب نے فرمایا۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ قادیان کے قریب رہنا یا اس طرح قادیان جانا میرے دین و دنیا کے لئے مفید ہو گا۔ میں تو وہاں ہی رہنا چاہتا ہوں جہاں میرا خُدا مجھے رکھے۔ وہ مجھ سے بہتر جانتا ہے کہ میرا کہاں رہنا مفید ہے۔"

(الفضل ۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء)

## توحید کے لئے غیرت

آپ بیتی میں فرماتے ہیں۔ ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے آپ کی پھوپھی زاد آپ کو ملنے آئیں۔ اُن کی چھوٹی بچی فوت ہو گئی تھی۔ وہ اس صدمہ کو بھلانے کے لئے آئیں۔ باتوں باتوں میں انہوں نے ایک سے زائد بار کہا۔ اگر ڈاکٹر صاحب میرے پاس ہوتے تو میری بچی نہ مرتی۔ جب انہوں نے یہ کلمہ بار بار دہرایا۔ تو مجھے خُدا تعالیٰ کے متعلق بڑی غیرت آئی اور میں نے کہا۔ اب ان کے ہاں لڑکا ہو گا اور وہ میرے زیرِ علاج رہ کر میرے ہی ہاتھوں میں مرے گا۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ چھ سال بعد ۱۹۱۳ء میں وہ پھر میر صاحب محترم کو ملنے آئیں اس وقت اُن کی گود میں لڑکا تھا۔ اثنائے سفر بچے کے لئے تھرماس میں گرم دودھ رکھ کر بچے کو پلاتی آئیں یہ دودھ پھٹا ہوا تھا۔ دوسرے دن سے لڑکے کو سبز رنگ کے دست آنے لگے۔ دس پندرہ دن تک بچے کا ہر ممکن علاج کیا۔ دوسرے ڈاکٹروں کو بھی دکھایا۔ لیکن بچے کو اچھا نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ اور دو ہفتہ بیمار رہ کر فوت ہو گیا۔

## الصفّہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد نبوی میں کچھ ایسے نوجوان رہتے تھے جو دن کے وقت جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر گذر اوقات کرتے اور رات کو دینی تعلیم حاصل کرتے۔ یہ درویش اصحاب الصفّہ کہلاتے تھے۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب نے ریتی چھلہ کے قریب دار العلوم میں اپنا مکان بنوایا۔ اس کا نام آپ نے "الصفّہ" رکھا۔ مسیح پاک علیہ السلام کے صوفی درویش صحابی نے ریٹائر ہونے کے بعد اس میں قیام کیا۔ آپ کے قادیان آنے سے قبل اس مکان میں آپ کے چھوٹے بھائی۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب رہتے تھے۔ آپ کا اندرون شہر ایک اور مکان تھا جس کا نام "کُنجِ عافیت" آپ نے

لکھا تھا۔ وہ آپ نے سلسلہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ پہلے الفضل کا دفتر اسی میں تھا۔ ہجرت کے بعد اس میں ہسپتال بنا یا گیا تھا۔

سیّدہ حضرت امّ متین فرماتی ہیں۔ آپ کو اشارہ ہوا کہ عزیز ترین چیز راہِ خدا میں وقف کر دو۔ اس پر پہلے آپ نے کچھ مال راہ خدا میں دیا۔ پھر ایک بکرہ قربانی دیا اور اُس کے بعد یہ مکان وقف کر دیا۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

حضرت میر صاحب کے جسم کا ہر ذرّہ عشق رسولؐ سے معطر تھا۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امّی کے عشق میں گداز تھے کہ یہی متاعِ ایمان اور مدارِ نجات ہے۔ جب تک دل کی گہرائیوں میں عشق رسول سرایت نہ کر چکا ہو۔ زبان میں وہ چاشنی پیدا نہیں ہوتی۔ حضرت میر صاحب نے نثر اور نظم دونوں میں اپنے آقا و مدنی کی یادگار میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ آپ کی مندرجہ ذیل نظم عشقِ رسول میں ایسی ڈوبی ہوئی ہے کہ جب اس کا مرکزی مصرعہ کان میں پڑتا ہے زبان پر بے اختیار جاری ہو جاتا ہے۔ عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَام۔ اپنے محبوب آقا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام — عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَام
علمدار عشاق ذاتِ یگاں — سپہدارِ افواجِ قدوسیاں
معارف کا اک قلزم بیکراں — افاضات میں زندۂ جاوداں
پلا ساقیا آبِ کوثر کا جام — عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور محامد کے بارہ میں آپ کے مضامین الفضل کے خاتم النبیین نمبر میں شائع ہوتے۔ آپ کا یہ نظریہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امّی کی شان میں کچھ کہنا یا لکھنا کسی پر احسان نہیں بلکہ باعث سعادت ہیں۔ ایک مضمون میں آپ نے فرمایا:۔

"میں ایک طرف تو آجکل بستر علالت پر پڑا ہوں۔ اور دوسری طرف ایڈیٹر صاحب الفضل کی تاکید پر تاکید ہے کہ کوئی مضمون دو جو خاتم النبیین نمبر میں درج کیا جائے۔ اگرچہ اُن کے اس فرمائش کی تعمیل اُن پر احسان نہیں بلکہ خود لکھنے والے کے لئے عین سعادت ہے۔"

اس کے بعد مضمون کی مناسبت حضرت مسیح موعود کے یہ دو شعر لکھے ہیں ؎

او چہ ہے دارد بمدح کس نیاز — مدح او خود فخر ہر مدحت گرے
ہست او در روضۂ قدس و جلال — وز خیال ما و حال بالا ترے

(الفضل خاتم النبیین نمبر ۲۴ نومبر ۱۹۳۵ء)

کہ سرکارِ دو عالم فداہ ابی و امی کو کسی کی تعریف کی ضرورت نہیں۔ اس کی تعریف کرنا تو خود تعریف کرنے والے کے لئے باعث مدح ہے۔ وہ تو حضرت قدس و جلال کے باغ میں ہیں۔ اور تعریف کرنے والے کے تخیّل سے بھی بالا ہیں۔

اپنے ایک مضمون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ دیکھئے زبان کتنی شستہ اور تخیّل کتنا بلند ہے ایک ایک لفظ سے عشق و محبت کا رس ٹپک رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

## خاتم النبیین

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری     آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دُنیا میں ہزاروں حسین گذرے۔ اور ہزاروں موجود ہیں۔ لاکھوں اہل علم گذرے اور لاکھوں موجود ہیں۔ ہر طرح کی خوبیاں رکھنے والے بہت سے گذر چکے ہیں اور بہت سے موجود ہیں۔ دیندار اور خُدا سے تعلق رکھنے والے ہمیشہ سے چلے آئے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ بادشاہ، فاتح، موحد، فلاسفر غرض ہر بات میں کمال رکھنے والے نہ کبھی مفقود ہوئے نہ ہوں گے۔ مگر مجھے تو کسی ایسے شخص کی تلاش تھی جو تمام کے تمام کمالات انسانی اپنے اندر رکھتے ہوں۔ کوئی ایسا حسن نہ ہو جو اس میں بدرجہ کمال موجود نہ ہو۔ پھر وہ ان تمام خوبیوں سے دوسروں کو بھی آراستہ کر سکتا ہو۔ کنجوس حسین کے نام سے مجھے نفرت ہے اور بدشکل محسن سے بھی کوسوں بھاگتا ہوں۔ متکبر نہ ہو۔ مجھے دیکھے تو مُسکرائے بلکہ خود بُلائے۔ اس کی صحبت سے میرا دل گرم اور سینہ منور ہو۔ اور اس کے نام کی لذت سے میری زبان تمام اور لذات کو بھول جائے۔ اور اس کی یاد سے میرا تاریک کنج دماغ روضہ من ریاض الجنّۃ بن جائے۔

ماضی اور حال دونوں زمانوں کو میرے علم اور نظر اور تخیّل نے کھنگھول ڈالا جسے دیکھتا ہوں اس میں کہیں نہ کہیں کوئی نقص پاتا ہوں۔ کوئی نہ کوئی کمی نظر آتی ہے۔ مَیں پہلے ہی اپنے دوستوں میں عیب چین مشہور ہوں: جب نظر پڑتی ہے تو پہلے نقص پر ہی۔ اس لئے جہاں اور لوگ ٹھہر گئے مَیں وہاں سے مُنہ بناتا ہُوا آگے روانہ ہُوا۔ یا اللہ تمام دنیا میں کوئی ایسا حسین بھی ہُوا ہے۔ جو بے عیب ہو جس پر تمام انسانی کمالات ختم ہوں۔ ہوگا تو سہی اور ضرور ہوگا۔ بادشاہ دیکھے مگر عیاش اور حریص۔ فلاسفر اور حکماء دیکھے مگر نکمے۔ حسین دیکھے مگر بے ہودہ۔ بہادر دیکھے مگر ظالم اور خود پرست۔ شاعر دیکھے۔ مگر یاوہ گو اور بزدل۔ اہل علم دیکھے مگر بے عمل اور متخیّل۔ ریفارمر دیکھے مگر متشدد۔ اہل صدق دیکھے مگر خود ناقص۔ غرض بازارِ عالم میں ہر پھر کر سب کو دیکھا۔ نا اُمیدی سی ہو گئی۔ گوہر مراد نہ ملا۔ اتنے میں کسی نے کہا ذرا زُمرۂ انبیاء پر بھی تو نظر کرو۔ دُنیا کی ظاہری ٹیپ ٹاپ پر نہ جاؤ۔ جب ان کو دیکھا تو وہ نا اُمیدی دُور ہوئی۔

عجیب لوگ نظر آئے ۔ جن کا کام حسن ، کلام حسن ، شکل اچھی ۔ اخلاق اچھے ۔ عادات پسندیدہ ۔ کوئی کونہ تاریک نہ تھا ۔ دل کو بڑی ڈھارس ہوئی ۔ ان سب کا جائزہ لیا ۔ آخر گوہر مراد مل گیا ۔ یعنی جس کی جستجو اور تلاش تھی وہ نکل آیا اور نکلا بھی کہاں سے عرب کے جھلستے ریگستان اور بے آب و گیاہ کوہستان کی کان سے ۔ جہاں نہ علم نہ عقل نہ ہدایت نہ تہذیب و تمدن ۔ نہ حکومت نہ سلطنت ۔ اور ملا بھی وہ جسے انسان کامل کہوں ۔ آنکھیں اس کے حسن کو دیکھ کر خیرہ ہو گئیں ۔ اور حریص فطرت اس کے احسانات کو لے کر کمر شکستہ ۔ نام پوچھا تو محمدؐ ۔ سبحان اللہ ۔ میں بھی تو محمدؐ ہی کی تلاش میں تھا ۔ یعنی جس کو کوئی نقص نہ ہو ۔ سراسر خوبیاں ہی ہوں ۔ ہر تعریف کے لائق صفت موجود ہو ۔ ہر حسن نمایاں ہو ۔ کمالاتِ انسانی کا خاتَم ۔ نہ ایسا کوئی ہوا نہ ہو ۔ صدہا اس نام کے نام بھی کسی نے چُن کر رکھا ہے

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(الفضل ۱۲ رجون ۱۹۳۸ء) ۔

## حضرت مسیح موعود سے محبّت

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کو حضرت مسیح موعود سے عشق کی حد تک محبت تھی ۔ اور حضرت مسیح موعود کو بھی آپ سے بہت تعلق تھا ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تو آپ کے لئے حضرت مسیح موعود کے "منظور نظر" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں ۔ ۱۹۰۶ء میں جب صدر انجمن احمدیّہ کا قیام عمل میں آیا تو حضرت مسیح موعود نے آپ کو بھی اس کا ممبر مقرر فرمایا ۔ ۱۹۲۴ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی انگلستان کے سفر پر تشریف لے گئے تو حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کو آپ نے ناظر اعلیٰ مقرر فرمایا ۔ اس موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا :-

"ان کے دل میں حضرت مسیح موعود کی محبت بلکہ عشق خاص طور پر پایا جاتا ہے ۔ اس محبّت کی وجہ سے روحانیّت کا ایک خاص رنگ ان میں پیدا ہو گیا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں ایسی ٹھوکر سے جو دوسروں کو لگ جاتی ہے یا لگ سکتی ہے خدا نے ان کو محفوظ کیا ہے ۔ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ اس تعلق کی وجہ سے جو برکات اُن پر نازل ہوتی ہیں ان کے باعث جماعت کے لئے بہت مفید ثابت ہوں گے ۔"

حضرت مسیح موعود سے محبّت و احترام کا اندازہ اس واقعہ سے بھی کیا جا سکتا ہے ۔ سیّدہ حضرت اُم متین صاحبہ فرماتی ہیں کہ :-

"بچپن میں ابّا جان کی نسبت آپ کی پھوپھی زاد سے کر دی گئی ۔ جیسا کہ پرانے وقتوں میں رواج تھا ۔ جب ابّا جان

کی تعلیم مکمل ہوئی تو آپ کو اب شادی کے لئے کہا گیا لیکن ابا جان مانتے نہ تھے۔ ان کا عذر صرف یہی تھا کہ دینی طور پر ان کی تربیت اُس ماحول میں نہیں ہوئی۔ حضرت سیّدہ نے ابا جان کو بہت کہا لیکن آپ نہ مانتے تھے۔ اس لئے بھی حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کا رشتہ پہلے ہو گیا تھا۔ آخر حضرت مسیح موعود سے اس امر کا تذکرہ ہوا کہ ہم گھر والوں کی یہ خواہش ہے۔ لیکن میر صاحب نہیں مانتے۔ حضور نے فرمایا۔ لاؤ مجھے کاغذ قلم دو۔ اور آپ نے میر صاحب کے نام کچھ لکھا۔ اور میر صاحب نے ہتھیار ڈال دیئے جب دیر تک ان کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی تو حضرت مرزا محمد شفیع صاحب محاسب صدر انجمن احمدیہ کی صاحبزادی سے دوسری شادی ہوئی جس سے خدا تعالیٰ نے کثیر اولاد عطا فرمائی۔

حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کا اثر تھا کہ آپ کی پہلی اہلیہ نے بیعت کی اور سلسلہ کی ہر قربانی میں حصہ لیا اور حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کے اکثر بچوں کی پرورش اور تربیت آپ نے ہی کی۔

## حضرت مصلح موعود کا آپ پر اعتماد

اُوپر گذر چکا ہے کہ ۱۹۲۴ء میں جب حضرت مصلح موعود لنڈن تشریف لے گئے تو آپ نے حضرت میر صاحب کو ناظر اعلیٰ مقرر فرمایا۔ اس کے علاوہ جماعتی معاملات کیلئے۔ جب حضرت مصلح موعود کوئی کمیشن مقرر فرماتے تو اُس کا یا تو میر صاحب ممبر ہوتے یا صدر۔ راقم الحروف کو بھی یاد ہے کہ ۱۹۳۴ء یا ۱۹۳۵ء کے قریب حضور نے مدرسہ احمدیہ کے لئے ایک کمیشن مقرر فرمایا۔ کمیشن نے کلاسوں میں جا کر طلباء سے سوالات بھی کئے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت میر صاحب نے ایک طالب علم سے نماز جنازہ کی دُعا سُنانے کے لئے فرمایا تھا۔

## حضرت مصلح موعود سے پیار کا انداز

حضرت مصلح موعود جماعت کے امام بھی تھے لیکن آپ کے بھانجے اور داماد بھی۔ آپ کے ان اشعار سے اُس محبت و احترام کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جو میر صاحب کو حضرت مصلح موعود سے تھا۔ اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں :۔ ؎

دیکھ وہ مینار اسے راہرو　　　　رہنمائے آستانِ قادیاں
مسجدِ اقصیٰ میں پہنچا دے گا　　　　تا دکھائے بوستانِ قادیاں
درس قرآں ہو رہا ہوگا وہاں　　　　جمع ہوں گے مخلصانِ قادیاں
اک جواں کو پائے گا ان میں کھڑا　　　　ہے وہی رُوح و روانِ قادیاں
یادگارِ صاحبِ کسرِ صلیب　　　　نورِ چشمِ دلستانِ قادیاں

سیدہ اُمِّ متین فرماتی ہیں :-

"۱۹۴۶ء میں حضرت مصلح موعود کو گلے کی تکلیف ہوگئی اور اس کے ساتھ بخار آنے لگا۔ اور حضور کو یہ وہم ہوگیا کہ آپ کو سِل ہوگئی ہے۔ چنانچہ آپ ہر وقت تھرمامیٹر لگاکر ٹمپریچر دیکھتے رہتے۔ ابّا جان روزانہ دیکھنے آیا کرتے تھے۔ کئی دفعہ آپ نے تھرمامیٹر توڑ بھی دیا کہ نہیں لگائیں گے۔ ابّا جان چلے جاتے تو حضور پھر تھرمامیٹر منگوا لیتے۔ باوجود اس کے کہ خلیفۃ المسیح آپ کے بھانجے بھی تھے اور داماد بھی تاہم ابّا جان آپ کا غیر معمولی احترام کرتے تھے۔

۱۹۴۳ء میں حضرت مصلح موعود بیمار ہوگئے۔ بیماری لمبی ہوگئی۔ حضور طبّی مشورہ کے تحت چند ماہ ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ اس جدائی پر قادیان والوں کی ترجمانی کرتے ہوئے میر صاحب فرماتے ہیں :-

بوئے سوزِ عاشقاں آید ہمے　　　درد آہِ قادیاں آید ہمے
خاک پائے شہریارِ و برا ں　　　در دو چشم سرمہ ساں آید ہمے
قادیاں جسم است و محمود ش رواں　　　بازکے در تن رواں آید ہمے
شد تہی از مے خم بادہ کشاں　　　تا بہ کے پیرِ مغاں آید ہمے
یاد در کہسار و یاران در وطن　　　عید رمضاں رائگاں آید ہمے
عید یاراں کے شود در قادیاں　　　تا نہ ماہِ قادیاں آید ہمے

کہ عاشقوں کی جلن کی خوشبو آرہی ہے۔ قادیاں کی آہ کا دُھواں نکل رہا ہے۔ محبوبوں کے آقا کے پاؤں کی مٹی دونوں آنکھوں میں سرمہ کی طرح محسوس ہوتی ہے۔ قادیان جسم ہے اور محمُود اس جسم کی رُوح ہے۔ پھر جسم میں رُوح کب آئے گی؟ مے خواروں کا خُم مے سے خالی ہوگیا۔ پیرِ مغاں کب آئے گا۔ محبوب کہسار میں ہے اور دوست وطن میں ہیں۔ رمضان کی عید رائیگاں ہی جارہی ہے۔ قادیان میں دوستوں کی عید کیسے ہوسکتی ہے۔ جب تک کہ قادیان کا چاند نہ آئے۔

(بخارِ دل صـ۱۲۳)

پھر خود ہی حضور کی طرف سے جواب دیا :-

مژدہ باد اے ساکنانِ ارضِ حرم　　　بر زمینت آسماں آید ہمے
غم مخور۔ اے تشنۂ آبِ حیات　　　خضرِ راہ سالکاں آید ہمے
خاک بر سر کن غمِ ایّام را　　　کز سفر آں جانِ جاں آید ہمے
جام در دست و صراحی در بغل　　　ساقی بادہ کشاں آید ہمے

کہ اے ارضِ حرم کے باسیو! تمہیں خوشخبری ہو کہ تمہارے ہاں زمین پر آسمان آرہا ہے۔ اے آبِ حیات کے پیاسے مت غم کھا۔ کہ سالکوں کا خضرِ راہ آرہا ہے۔ زمانہ کے غم کے سر پر مٹی ڈالو کہ جانِ جاں سفر سے واپس آرہا ہے۔ مے خواروں کا ساقی ہاتھ میں جام اور بغل میں صراحی لئے آرہا ہے
ان اشعار کا ہر لفظ عشق و محبت میں گندھا ہوُا ہے۔ الفاظ اُس کیفِ عشق کو بیان نہیں کر سکتے جس کا اظہار محترم میر صاحب نے کیا ہے۔

## قادیان سے پیار

انسانی فطرت ہے کہ مکینوں سے پیار ہو تو مکانوں سے بھی پیار ہوگا۔ قادیان سے پیار صحابہ حضرت مسیح موعود کی رُوح کی غذا تھی۔ کہ یہاں اُس مقدس ہستی نے آنکھیں کھولیں۔ جنہوں نے انہیں پھر نئے سرے سے ایمان باللہ اور عشقِ رسُول عطا فرمایا۔ جس کے ذریعہ پھر انہیں خُدا کا قرب نصیب ہوُا۔ محترم میر صاحب کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قادیان کے ہر ذرّہ سے محبت کرتے تھے۔ اس کی ہر گلی اور اینٹ سے پیار کرتے تھے۔ کہ بقول کسے ؎

ہر راہ کو دیکھا ہے محبت کی نظر سے    شاید کہ وہ گذرے ہوں اسی راہ گذر سے

اپنی نظم درفراقِ قادیان میں فرماتے ہیں: ۔

آہ وہ دارالاماں قادیاں    قادیاں جنّت نشاں قادیان
کھُب گئی دل میں ہر اک اُس کی ادا    بس گئی آنکھوں میں شانِ قادیان
توتیائے چشم ہے میرے لئے    خاک پائے ساکنانِ قادیان
کر رہے ہیں جان و دل کو بے قرار    نغمہ ہائے بلبلانِ قادیان

## حضرت میر صاحب کی تحریر کی خوبی

حضرت میر صاحب کی تربیت میں مسیح موعود کی صحبت کا بڑا دخل تھا۔ میر صاحب کی تربیت اور اُٹھان اُس گھر میں ہوئی تھی جس پر خُدا کے فرشتوں نے نور کی مشکیں انڈھیلی تھیں۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود کو بڑی گہری نظر سے دیکھا تھا۔ اس کے لئے وہ مضمون مطالعہ کیجئے جو آپ نے حضرت مسیح موعود کے شمائل کے بارہ میں لکھا۔ اس مضمون کے مطالعہ سے حضرت میر صاحب کی تحریر کی خوبی بھی سامنے آتی ہے کہ کس طرح مختصر الفاظ کے نیچے معانی کا بحرِ بیکراں موجیں مار رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود کا حلیہ کس طرح آپ نے دو فقروں میں بیان کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ۔
"تمام حُلیہ کا خلاصہ ایک فقرہ میں یہ ہو سکتا ہے کہ "آپ مردانہ حُسن کے اعلیٰ نمونہ تھے"۔

مگر یہ فقرہ نامکمل رہے گا اگر اس کے ساتھ دوسرا یہ نہ ہو کہ:۔

"یہ حُسن انسانی ایک روحانی چمک دمک اور انوار اپنے ساتھ لئے ہوئے تھا۔"

(حیاتِ طیّبہ صفحہ ۳۷)

آپ کے اشعار میں بھی بہت گہرائی تھی۔ فرمایا کرتے تھے۔ میرے اشعار کے الفاظ کی طرف نہ جائیے۔ معانی دیکھیئے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور حضرت مسیح موعود سے آپ کے محبت اور عشق کا اندازہ اُس خط سے بھی کیا جاسکتا ہے جو آپ نے حضرت مسیح موعود کے وصال پر اپنی عظیم ہمشیرہ حضرت سیّدہ کو لکھا۔ حضرت مسیح موعود کے وصال کے وقت آپ ڈیرہ غازیخاں میں تھے۔ یہ دن دریائے سندھ میں طغیانی کے ہوتے ہیں اس لئے آپ اس موقعہ پر قادیان نہ پہنچ سکے۔ اپنی قابلِ صد احترام آپا کو لکھتے ہیں۔ خط کے کچھ شہ پارے پیش خدمت ہیں:۔

"مکرمہ مخدومہ جناب ہمشیرہ صاحبہ۔ سلامت باشد!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

حضرت اقدس کے وصال کی خبر وحشت اثر معلوم ہو کر جو صدمہ ہوا اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ پر ساتھ ہی میرا تو یہ حال ہے کہ میں لکھتا جاتا ہوں اور اعتبار نہیں آتا کہ یہ واقعہ سچ ہے۔ دل کو یقین ہی نہیں آتا۔ یا یہ کہو کہ دل یقین کرنا نہیں چاہتا۔ مگر جو امر ہونا تھا اور خدا تعالیٰ کے ہاں سے مقدر تھا۔ وہ ہوا۔ اس میں کسی انسان اور فرشتے کا دخل نہیں۔ آج تک نہ کوئی انسان موت سے بچا نہ بچے گا۔........

موت کا وارد ہونا اس شخص کے لئے تو موجب فکر و تشویش ہو سکتا ہے جسے اگلے جہاں میں اپنے اعمال کا فکر ہو۔ مگر جو شخص معصوم خدا کی درگاہ میں واپس جاتا ہے۔ نہیں بلکہ اس کا عزیز مہمان اور پیارا دوست بن کر جاتا ہے۔ تو اس کے انتقال پر ہم کو رشک کرنا چاہیئے۔ اور دُعا کرنی چاہیئے کہ جس طرح یہ مرنے والا تیرا مقرّب اور پسندیدہ درگاہ تھا۔ اِسی طرح تُو ہم کو بھی توفیق دے کہ تیرے فضل سے ہم بھی جب مریں تو نیک اور پیارے بندے ہو کر مریں۔........

دوسری بات جو ہم کو اس واقعہ پر پیش آئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا صبر اور ہماری استقامت اس ابتلاء کے موقعہ پر آزمانا چاہتا ہے۔ ایک ہمارا سب سے پیارا اس جہاں سے رحلت فرما ہوا۔ اگر ایسی حالت اور ناگہانی صدمہ کے وقت انسان شدّتِ غم میں خدا تعالیٰ کی حدود سے باہر نہ جاوے اور جو کچھ سر پر گزرا اس کو خُدا کی طرف سے سمجھ کر اُسی سے صبر بھی مانگے اور ہر حالت میں جیسا کہ ہم نے بیعت کے وقت مُنہ سے اقرار لیا تھا اپنے عملوں سے بھی کر دکھا دے کہ خُدا کی رضا پر ہر طرح راضی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے دل کو صبر و قرار اور تسکین سے بھر دیتا ہے۔ اور اس کے ایمان میں ترقی دیتا ہے۔........

عورت کے لئے خاوند کا مرنا سب سے بڑھ کر صدمہ اور غم ہے ۔ مگر ہمیشہ کے لئے نہیں اگر کوئی مرجاتا اور کوئی ہمیشہ کے لئے زندہ رہ جاتا تو واقعی یہ صدمہ سخت تھا ۔ مگر جب سب ایک راہ پر چل رہے ہیں اور آگے پیچھے سب کو مرنا ہے ۔ تو اگر یہی سمجھ لیا جائے کہ مرنے والا سفر پر گیا ہے یا چند دن کے لئے غائب ہے اور پھر ہم اس کو ضرور ملیں گے اور یہ ملاقات ایسی ہوگی کہ پھر اس میں جدائی نہ ہوگی تو کیا یہ خوشی آئند خیال نہیں ہے ۔ ہاں اور لوگوں کو تو ڈر ہو سکتا ہے کہ بیوی شاید وہاں اپنے میاں سے یا میاں اپنی بیوی سے وہاں نہ مل سکے ...... مگر یہاں تو یہ بات نہیں ہے ۔ ایمان لانے والی بی بی جو خدا کی بشارت اور خوشخبری سے دنیا میں اس کے ساتھ رہی ہو وہ اگلے جہاں میں بھی اپنے میاں کے ساتھ ہوگی اور ضرور ہوگی ۔

جماعت احمدیہ کے لئے یہ ایک سخت ابتلاء ہے ۔ پہلے وہ ایک بے فکر کی طرح تھے اور تمام کے مددگار تھے ۔ اب ان کو معلوم ہوگا کہ کتنا بڑا کام وہ شخص اکیلا کرتا رہا ۔

میرا ایمان ہے کہ اگر یہ فرقہ سچ ہے اور یقیناً سچ پر ہے تو خدا اس کو ہر طرح کی ہلاکت سے بچائے گا ۔ اور ہر دشمن کی دشمنی سے محفوظ رکھے گی اور اسے دنیا کے اطراف میں پھیلا دے گا ......

ان کی ذات تو ایسی تھی کہ ان کا مرنا جینا سب خدا کی مرضی اور اس کی فرمانبرداری میں تھا ۔ مگر ہم کو بھی جو پسماندگان رہ گئے ہیں ۔ ایسا ہی نمونہ دکھانا چاہیئے جس میں خدا تعالیٰ کی مرضی پر سر رکھ دینے اور راضی بقضاء ہونے کا خود ہمارے دل گواہی دیں .......... دریا کی طغیانی کے سبب راستے بہت مشکل اور قریباً مسدود ہیں ۔ آپ کی بھاوج بھی آنے کو تیار بیٹھی ہیں ۔ عرضی رخصت کی گئی ہوئی ہے ۔ اگر منظور ہوئی تو حاضر خدمت ہوں گا ۔ ایک وہی ذات سب کا آسرا ہے اسی سے ہر وقت دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ہر مصیبت پر ثابت قدم رکھے ۔ اور اعلیٰ درجہ کا نیک نمونہ آئندہ نسلوں کے لئے بنانے اور ہماری زندگی اور موت اس ایمان پر ہو اور جس کی جدائی میں آج ہر دل کو تپش سی لگی ہوئی ہے ۔ اس کے ساتھ اور اس کے قدموں میں ہمارا حشر ہو ۔ اور ہمیشہ اس کے اصحاب اور متعلقین میں داخل رہیں ۔ خدا کے ہزار ہزار درود اور سلام تجھ پر ہوں اے غلام احمد کی روح اور بڑی بڑی برکتیں اور مراتب اور درجات اللہ تعالیٰ تجھے دیوے ۔ بدلے اس رحمت اور شفقت کے جو تو نے امت محمدی سے کی اور جو تعلیم تو نے ہم کو دی ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ۔ محمد اسمٰعیل

خط کے ایک ایک لفظ سے اللہ تعالیٰ پر یقین ۔ احمدیت پر ایمان ۔ حضرت مسیح موعود کی صداقت کا یقین اور رضا بالقضاء ہویدا ہے ۔

وصال حضرت مسیح موعود پر اشعار میں یوں جذبات کی ترجمانی فرمائی ۔۔ اسے

افسوس! میرا آفتاب وہ مہدی والاخطاب — روشن کیا جس نے با صد ہزار دل آب و تاب
ہم عشق میں سمجھا کئے یا پڑ گئے دل پہ حجاب — زندہ رہے گا تا ابد چمکے گا تا یوم الحساب
دھوکا رہا آخر تلک
حتّٰی توارت بالحجاب

اِس نظم کا عنوان تھا۔ "حتّٰی توارت بالحجاب"۔

ایک دوسری نظم میں آپ فرماتے ہیں ؎

جان فدا کر دوں مزارِ یار پہ — گوہر شب تاب کانِ قادیان
یعنی وہ جو چودھویں کے چاند تھے — مہدی آخر زمانِ قادیان

## حضرت سیّدہ سے محبت اور ان کا احترام

حضرت سیّدہ سے حضرت میر صاحب کو بہت تعلق اور محبت تھا۔ اُن کا احترام بڑی بہن کی وجہ سے بھی تھا اور اس وجہ سے بھی کہ وہ مامورِ زمانہ کے عقد میں آئیں اور امّ المومنین کہلائیں۔ حضرت سیّدہ امّ متین نے احقر کو بتلایا کہ حضرت سیّدہ سے اباجان کو عشق کی حد تک پیار تھا۔ حضرت سیّدہ کسی چیز کی تعریف کرتے اباجان فوراً چیز آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ اُمّ المومنین کہتی رہتیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں۔ لیکن اباجان نہ مانتے۔ فرماتے مجھے ضرور دیتی ہے تو چیز خرید کر دے دینا۔ لیکن اباجان اُسی وقت اُسے PACK کروا دیتے۔ سیّدہ موصوفہ فرماتی ہیں۔ میرے رشتہ کے لئے گھر تشریف لائیں۔ اباجان سے کہا۔ میں تمہاری لڑکی مانگنے آئی ہوں۔ اباجان نے فرمایا میں آپ کی بات واپس نہیں کر سکتا۔ لے جائیں۔ سیّدہ موصوفہ نے مزید کہا۔ بے شک یہ خُدا کی تقدیر تھی کہ مَیں حضرت مصلح موعود کے عقد میں آئی لیکن اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اباجان سیّدہ کی بات ٹال نہ سکتے تھے۔ سیّدہ موصوفہ نے بتلایا کہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب سے سیّدہ کو اگر بیٹوں کی طرح پیار تھا تو اباجان پر انہیں بہت ناز تھا۔ اباجان ہمیشہ عید پر اپنی آپا کو عیدی بھیجتے۔

حضرت میر صاحب کے حضرت مسیح موعود کے احترام کے باوجود بے تکلفی کے تعلقات بھی تھے۔ سیّدہ حضرت اُمّ متین بیان کرتی ہیں۔ اباجان سنایا کرتے تھے۔ اباجان حضرت مسیح موعود کے لئے سیب منگوا کر رکھا کرتے۔ ہمیں کبھی گدگدی محسوس ہوتی تو الماری کھولتے۔ اور کہتے آپا کتنے سیب لا دیں۔ حضرت مسیح موعود تصنیف فرما رہے ہوتے۔ ہماری آواز سُنتے تو سمجھ جاتے کہ ان کا سیب کھانے کو جی چاہتا ہے۔ آپ کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر جاتی اور ہمیں سیب مل جاتے۔

**اولاد کی تربیت**

سیّدہ اُمّ متین نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا۔ ملازمت کے دوران اباجان بہت معمور الاوقات تھے۔ ہم نے تو آپ کے بڑھاپے کو ہی دیکھا ہے۔ آپ بچوں کو نماز باجماعت کی

کی بہت تاکید فرماتے تھے ۔گھر میں نماز ادا فرماتے تو ہمیں ساتھ کھڑا کر لیتے ۔ دعائیں یاد کراتے ۔ بچوں سے پیار بھی تھا ۔ لیکن کڑی نظر رکھتے تھے ۔ میں نے پانچویں تک گھر میں پڑھا ۔ آج تک آپ کے پڑھانے کا دلنشین انداز یاد ہے ۔ مجھے پڑھانے کے بعد فرماتے ۔ اب اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو پڑھاؤ ۔ میں سب سے بڑی تھی ۔ فرمایا کرتے تھے ۔ بڑے بچے کی تربیت پر زور دو اُس کا اثر چھوٹوں پر بھی پڑے گا ۔ اپنے کلام کو جاری رکھتے ہوئے سیدہ اُمّ متین نے فرمایا ۔ زمانے کا بڑا فرق ہے ۔ اس زمانہ میں بچے اتنے بے تکلف نہ ہوتے تھے ۔ احترام کے ساتھ ساتھ ایک ڈر بھی تھا ۔ ابّا جان کی زندگی بڑی سادہ تھی ۔ گھر میں بہت سادہ لباس زیب تن فرماتے ۔ زبان اور تلفظ کا اتنا خیال تھا کہ ایک بار میں نے لفظ غَدَرْ کو غدر کہہ دیا ۔ ابّا جان ناشتہ فرما رہے تھے ۔ مجھے بلایا اپنے پاس کھڑا کر دیا اور فرمایا کہو غَدَرْ غَدَرْ اور اسی طرح کہتی رہو ۔ جب ناشتہ فرما چکے تو مجھے رخصت دی ۔ گھر میں مرکز سے کسی نہ کسی عالم کو بلا لیتے تا گھر میں دینی علم کا چرچا رہے ۔ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب حلالپوری اور حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصری تو مجھے اچھی طرح یاد ہیں ۔ اس طرح اگر کسی بزرگ سلسلہ نے خاص علاج کروانا ہوتا تو ابّا جان کے پاس تشریف لے آتے ۔

## عظیم بھائی سے پیار

حضرت میر محمد اسحاق آپ سے چھوٹے تھے ۔ ابّا جان کو اُن سے بہت پیار تھا ۔ میں نے خود دیکھا چچا ابّا بیمار ہوتے تو ابّا جان اُن کے پاؤں سہلا رہے ہیں ۔ آخری بیماری میں ابّا جان میر صاحب کے کمرے میں جاتے اور سخت بے چین ہو کر باہر آتے ، دعائیں کرتے اور فرماتے ڈاکٹر اب اُن کو کیوں ٹیکے پر ٹیکہ لگا رہے ہیں یہ ٹیکے میرے دل پر لگتے ہیں ۔ بھائی کی وفات پر اشعار میں کہا میرا ایک بازو جاتا رہا ۔ اُن کی وفات پر جو مضمون لکھا اُس میں فرمایا :-

"وہ آفتاب علم و حکمت اور مجموعہ محاسنِ اخلاقِ نبوی ہمیشہ کے لئے اس دُنیا سے غروب ہو گیا"

(الفضل یکم اکتوبر ۱۹۴۴ء صٓ)

## بچی کو گھر سے رخصت کرتے وقت

سیدہ حضرت اُمّ متین نے احقر کے جواب میں فرمایا ۔ مجھے گھر سے رخصت کرتے وقت ابّا جان نے ہدایات ایک نوٹ بک میں اپنے قلم سے تحریر فرمائیں ۔ جو میرا سرمایۂ زندگی ہے ۔ میں ہر بہن سے گذارش کروں گا کہ وہ ان ہدایات کا مطالعہ کریں ۔ اور اپنی لختِ جگر کو جب گھر سے رخصت کریں خدا را اُنہیں بتلائیں کہ کس طرح وہ جانے والے گھر اور اپنی زندگی کو جنّت کا گہوارہ بنا سکتی ہیں ۔ حضرت میر صاحب نے اپنی بڑی بیٹی کو ان الفاظ سے الوداع کیا ۔

مریم صدیقہ ! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ' ۔ اس کاپی میں چند نوٹ اور نصیحتیں ہیں جو میرے نزدیک

تمہارے لئے انشاء اللہ تعالیٰ مفید ہوں گی۔ اُمید ہے کہ تم ان پر عمل کرو گی اور میرے لئے دُعا کرو گی۔

آغاز اس سے کیا کہ خُدا کا شکر ادا کرو کہ اُس نے اپنے فضل سے تم کو وہ خاوند دیا ہے جو اس وقت روئے زمین پر بہترین شخص ہے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود کے وہ الفاظ ہیں جن کا نزول وحی الٰہی کی صورت میں مسیح پاک پر ہوا اور جس کا آغاز فرزند دلبند گرامی ارجمند کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ یہ الفاظ تحریر کرکے میر صاحب لکھتے ہیں:۔

بس تم اپنی خوش قسمتی پر جتنا بھی ناز کرو کم ہے۔

اس کے بعد فرمایا:۔

مریم صدیقہ۔ جب تم پیدا ہوئیں تو میں نے تمہارا نام مریم اسی نیّت سے رکھا تھا کہ تم کو خدا تعالیٰ اور اس کے سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کر دوں۔ اس وجہ سے تمہارا دوسرا نام نذر الٰہی بھی تھا۔ اب اس نکاح سے مجھے یقین ہو گیا کہ میرے بندہ نواز خُدا نے میری درخواست اور نذر کو قبول کر لیا تھا۔ اور تم کو ایسے خاوند کی زوجیت کا شرف بخشا جس کی زندگی اور اس کا ہر شعبہ اور ہر لحظہ خُدا تعالیٰ کی خدمت اور عبادت کے لئے وقف ہے۔ پس اس بات پر بھی شکر کرو کہ تم کو خدا تعالیٰ نے قبول فرما لیا اور میری نذر کو پُورا کر دیا۔ فالحمد للّٰہ۔"

اس کے بعد محترم میر صاحب نے خاوند کی اطاعت کے بارہ میں ارشاد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم درج کیا اور فرمایا:۔

"مجھنے کے لئے بڑی موٹی بات یہ ہے کہ جس گھر میں خاوند، بیوی کا مطیع ہو جائے یا بیوی خاوند کی مطیع ہو جائے وُہی گھر بہشت بن جاتا ہے۔ اگر دونوں اپنے تئیں بادشاہ خیال کریں تو ایسا گھر جہنّم سے بدتر ہو جاتا ہے۔ جب ایک سلطنت میں دو بادشاہ نہیں سما سکتے تو ایک گھر میں کس طرح سما سکتے ہیں۔ پس عورت کو خاوند کے گھر جانے سے پہلے ہی سوچ لینا چاہئیے کہ مَیں نے کامل اطاعت سے اپنے گھر اور آخرت کو جنّت بنانا ہے۔"

فرمایا:۔

"میری پیاری مریم صدیقہ! تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری ۳ سوکنیں پہلے موجود ہیں۔ وہ تمہاری شادی سے پہلے بھی تمہاری بھابی جان بھیں اور تم ہم اور سب ان کی عزّت اس لئے کرتے تھے کہ خُدا تعالیٰ نے ان کو حضرت خلیفۃ المسیح کی بیویاں بنایا تھا۔ اب تم بھی اس جماعت میں داخل ہو گئی ہو۔ پس ہمیشہ ان کو اپنا بزرگ اور عزیز اور بہنوں کی طرح خیال کرو۔ بلکہ پہلے سے زیادہ ان کی عزّت کرو جس طرح چھوٹی بہن اپنی بڑی بہن کی عزّت کرتی ہے۔ اور ان کے بچوں کو ایسی ہی نظر سے دیکھو جس طرح ایک بہن دوسری بہن کے بچوں کو دیکھتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ وہ حضرت مسیح موعود کی نسل اور ذرّیت ہیں۔ خدا تعالیٰ تم کو توفیق دے۔"

"مریم صدیقہ! تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح پر خدمتِ دین کا کتنا بوجھ ہے اور اس کے ساتھ کس قدر ذمہ داریاں اور تفکرات اور ہموم و غموم وابستہ ہیں اور کس طرح وہ اکیلے تمام دنیا سے برسرِ پیکار رہتے ہیں۔ اور اسلام کی ترقی اور

سلسلہ احمدیہ کی بہبودی کا خیال ان کی زندگی کا مرکزی نکتہ ہے۔ پس ایسے مبارک وجود کو اگر تم کبھی بھی خوشی دے سکو اور ان کی تکان اور تفکّرات کو اپنی بات چیت، خدمت گذاری اور اطاعت سے ہلکا کر سکو تو سمجھ لو کہ تمہاری شادی اور تمہاری زندگی بڑی کامیاب ہے اور تمہارے نامہ اعمال میں وہ ثواب لکھا جائے گا جو بڑے سے بڑے مجاہدین کو ملتا ہے۔

بیوی کا پہلا فرض ہے کہ جب وہ خاوند کے گھر جائے تو اس کی مرضی پہچاننے کی کوشش کرے۔ اور اسکی طبیعت اور مزاج کا علم حاصل کرے۔ پھر اگلا مرحلہ یعنی خاوند کو راضی رکھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ مگر بعض باتیں ایسی ہیں جو عموماً خاوند کی تکلیف کا باعث ہوتی ہیں ان سے خاص کر احتراز چاہیئے۔ اور میں ان کا ذکر کر دیتا ہوں۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ بیوی اکثر اوقات خرچ کے لئے تقاضا کرتی ہے۔ خرچ حکمت سے لینا چاہیئے۔ نہ کہ تقاضہ اور تنگ کرکے اور جب خاوند کے پاس روپیہ موجود نہ ہو اسی وقت مطالبہ کرنا اس کو تکلیف دینا ہے۔

ایک بات یہ ہے کہ بیوی اکثر اوقات بد مزاج یا خاموش رہے اور جب خاوند گھر میں آئے تو اسے سچے دل سے خوش آمدید نہ کہے یا اس کی بات کاٹے۔ یا ایسے الفاظ لوگوں کے سامنے کہے جس میں خاوند کی کسی قسم کی تحقیر ہو یا بہت نخرے کرے اور نازبرداری کی خواہش رکھے۔ اس کی خیر خواہی کی بات کو نہ مانے۔ مثلاً وہ کہے کہ میرے ساتھ کھانا کھاؤ تو جواب دے کہ مجھے بھوک نہیں۔ وہ کوئی دوا تجویز کرے تو کہے یہ مجھے مفید نہیں ہوگی۔ مَیں اسے استعمال نہیں کروں گی۔ وہ کوئی کپڑا یا تحفہ لا کر دے تو اسے حقارت سے دیکھے۔ غرض ایسی بیسیوں چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن میں بیبیاں فیل ہو جاتی ہیں اور اپنی زندگی کو تلخ کر لیتی ہیں۔

بحث کرنا اور مخالف جواب دینا یہ خاوند کے دل سے بیوی کی محبّت کو اس طرح اڑا دیتا ہے جس طرح ربڑ پنسل کے لکھے کو۔ اور یہ عادت آجکل کی تعلیم یافتہ لڑکیوں میں بہت ہے۔

مریم صدیقہ! تمہاری زندگی اب خلیفہ کی رضا جوئی اور خدا تعالےٰ کی محبّت کے لئے ہے۔ اس لئے دُنیا کی چیزوں اور زینتوں سے ابھی سے اپنے دل کو ہٹا لو۔ بجائے رنگین کپڑوں۔ عمدہ جوتوں۔ نفیس زیورات کے قرآن مجید۔ نمازیں۔ روزے۔ نیک کام۔ عمدہ اخلاق۔ دینی کتابوں کا مطالعہ۔ پاک خواتینِ اسلام کے نقشِ قدم پر چلنا۔ سلسلہ کی خدمات میں حصّہ لینا۔ یہ باتیں تمہارا مقصود ہو جائیں۔ اور دُنیا کی زیب و زینت اصل مقصد نہ رہے۔

مریم صدیقہ! صبح کی نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت اگر ہمیشہ کرتی رہو گی تو تمہارے دل میں ایک نور پیدا ہو گا۔"

اس کے بعد محترم میر صاحب نے اپنی بچی کو صفائی کے بارہ میں ہدایات دیں۔ جن میں یہ درج ہے کہ صبح، دوپہر، شام تین وقت مسواک کرو۔ اور فرمایا۔ خوشبو اور عطر کو شارع نے بہت پسند کیا۔

آپ نے فرمایا: "مصنوعی پوڈر اور لپ سٹک وغیرہ چیزیں جلد کو آخر کار خراب کر دیتی ہیں۔ اور بعض ان میں سے زہریلی بھی ہوتی ہیں۔ اور جو لوگ ایسی چیزوں کے بہت دلدادہ ہوتے ہیں۔ وہ آخر ادنیٰ خیالات میں ہی محصور ہو جاتے ہیں اور حسنِ اخلاق

کی جگہ حُسن اعضاء ہی ان کا منتہائے نظر ہو جاتا ہے۔ پس سوائے گاہے بگاہے استعمال کے ان کی طرف زیادہ توجہ نہیں چاہیئے۔

مریم صدیقہ! جس نیک بی بی کو گھر کی صفائی۔ پکانا۔ سینا اور خانہ داری آتی ہے وہ خاوند کو زیادہ خوش کر سکتی ہے۔ بہ نسبت اس کے جو نکمی ناولیں یا قصے ہی پڑھتی رہتی ہے یا اپنے ہی بناؤ سنگار میں مصروف رہتی ہے۔ بیماری میں زیادہ گھبراہٹ اور بے صبری نہ کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"بے قراری کا اظہار ایک معیوب بات ہے۔ صبر ایک اعلیٰ خلق ہے خصوصاً عورتوں کیلئے اور بھوک۔ بیماری۔ درد اور اذیت پر صبر کرنا، صدق، تقویٰ اور ایمان کی علامت ہے۔"

مریم صدیقہ! اگر ہر معاملہ میں اور ہر تکلیف اور مشکل اور آرام اور راحت میں خدا تعالےٰ سے دُعا مانگنے کی عادت ڈالو گی تو اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی کو اپنے فضل سے نہایت کامیاب زندگی بنا دے گا۔ میں بھی تمہارے لئے خدا تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں اور کرتا رہا ہوں۔

اللّٰھُمَّ اِنِّی اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

یَا مَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرَّاکِعِیْنَ۔

پھر اُن کو قادیان کی سکونت مل جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اس خوش نصیبی پر جتنا بھی ناز کرو کم ہے۔ جو لڑکیاں قادیان میں پیدا ہوئیں اور یہاں جوان ہوئیں اور بیاہ کر باہر چلی گئیں اُن کے دل سے پوچھنا چاہیئے کہ ان پر کیا گزرتی ہے۔"

تندرستی اور صحت کا خیال رکھنے کی تاکید کی۔ فرمایا:۔

"صحت کے گرنے سے انسان کے خیالات، اخلاق اور اس کے نیک اعمال سب میں ناگوار تغیر آجاتا ہے۔"

اختتام آپ نے ان الفاظ پر کیا:۔

اوصیکِ بتقوی اللہ والمواظبۃ علیٰ ذکر اللہ

خدا حافظ

والسلام　محمد اسماعیل

**مجمع البحرین**

علم کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ علم ادیان اور علم ابدان۔ حضرت میر صاحب علم کی دونوں اقسام کے جامع تھے۔ آپ ایک ماہر سرجن، ہمدرد ڈاکٹر نافع الناس کے ساتھ ساتھ۔ دینی علوم پر گہری دسترس رکھتے تھے۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد جہاں آپ کا طبی فیضان جاری رہا۔ وہاں الفضل کے صفحات شاہد ہیں کہ ہر اہم اور پیش آمدہ مسئلہ پر آپ کے اشہبِ قلم نے جولانیاں دکھائیں۔ راقم الحروف نے آپ کی وفات سے نو ماہ قبل کے الفضل کی ورق گردانی کی

تو دیکھا کہ چالیس سے زائد مضامین صرف الفضل کے صفحات کی زینت بنے۔ ان میں دوستوں کے دینی سوالات کے جوابات بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات، مقطعات قرآنی، تفسیر قرآن۔ ذکر الٰہی۔ دنیا میں تکالیف اور مصائب کے فلسفہ سے لیکر پیش آمدہ مسائل بھی پر آپ نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

حضرت مصلح موعود سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی حضرت میر صاحب کے اس وصف کا ذکر فرمایا۔ آپ نے حضرت میر صاحب کے کتبہ کی جو عبارت تجویز فرمائی اُس میں فرمایا:۔

"ریٹائرمنٹ کے بعد اکثر صحت خراب رہتی جب اچھی ہوتی الفضل میں مضامین لکھتے۔"

(تاریخ احمدیت جلد ۱۰)

**علمی سرمایہ**

بے شمار مضامین کے علاوہ آپ نے متعدد تصانیف فرمائیں۔ مثلاً تاریخ مسجد فضل لنڈن، کمہ نہ کمہ۔ یہ قرآنی اوامر و نواہی کا سلیس ترجمہ ہے۔ مقطعات قرآنی۔ اربعین اطفال۔ تحفہ احمدیت جامع الافکار۔ بخار دل۔ آپ بیتی۔ حفاظت دلیش۔

**ھادم اللذات**

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اکثروا ذکر ھاذم اللذات

(ترمذی ابواب الزہد باب ما جاء فی ذکر الموت)

کہ موت جو کہ لذتوں کو توڑنے والی ہے اس کو بہت یاد کیا کرو۔ فقہ اللغۃ میں امام ثعالبی ایک حدیث لائے ہیں۔ الناس نیام اذا ماتوا انتبھوا - کہ لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مر جائیں گے وہ بیدار ہو جائیں گے۔ موت زندگی کے خاتمہ کا نام سمجھا جاتا ہے لیکن یہ ایک تسلسل ہے۔ بلکہ مذہب کا تصور تو یہ ہے کہ زندگی ایک پردہ تھی جس کے رکھنے کے بعد حقائق کا انکشاف ہوگا۔ یہ قرآنی آیت اسی طرف اشارہ کرتی ہے:۔

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝ (سورہ ق آیت ۲۳)

خدا کے بندے موت سے گھبراتے نہیں۔ وہ مسکراتے چہروں سے اسکا استقبال کرتے ہیں۔

اس دنیا میں جب وہ اپنا مفوضہ کام ختم کر لیتے ہیں تو پھر وہ خدا کے پاس جانے کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت میر صاحب کی زندگی میں عباد الرحمٰن کا یہ وصف ہمیں نمایاں نظر آتا ہے۔ خواجہ غلام نبی صاحب لکھتے ہیں:۔

"ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اب تو دنیا سے دل سرد ہو گیا ہے۔ اب دنیا کی کوئی حسرت نہیں۔ اب موت کے لئے تیار ہوں۔ عرض کیا آپ کو بے شک دنیا میں رہنے کی ضرورت اور خواہش نہ ہو لیکن دنیا کو اور خاص کر جماعت کو آپ کی بے حد ضرورت ہے۔ آپ ایسے الفاظ کیوں استعمال کرتے ہیں۔ فرمایا ایک اہم کام سرانجام دینے کے لئے میں نے خدا تعالیٰ سے کچھ مہلت مانگی تھی

اب وہ کام مکمل ہوگیا اور میں موت کے لئے تیار ہوں گا (الفضل ۲۲ر جولائی ۱۹۴۷ء)

نظم میں اپنے مولائے حقیقی کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں ؎

ایک پل بھی اب گذر سکتا نہیں تیرے بغیر — اب تلک تو ہو سکا جیسے گذارا ہو گیا
بعد مُردن قبر کے کتبے پہ یہ لکھنا میرے — آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

(الفضل ۱۹۴۳ء)

حضرت مولانا راجیکی صاحب نے میر صاحب کی آخری بیماری میں جب آپ کی صحت کے لئے خدا تعالیٰ سے دُعا کی تو آپ کو الہام ہوا:-

"میر محمد اسماعیل ہمارے پیارے ہیں - ان کے علاج کی طرف فکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہم خود ہی ان کا علاج ہیں"

اور یہ لکھنے کے بعد مولانا راجیکی صاحب نے اس کے نیچے امیر خسرو کا یہ شعر لکھا ہے ؎

از سر بالین من برخیز اے ناداں طبیب
دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

(الفضل ۶ر اگست ۱۹۴۳ء)

کہ اے نادان طبیب میرے سرہانے سے اُٹھ جا کہ عشق کا درد رکھنے والے مریض کا علاج بجز دیدار کے اور کچھ نہیں -

وفات سے قریب دو سال پہلے آپ نے ایک مضمون لکھ کر شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی کو دیا کہ میری وفات کے فوراً بعد اسے شائع کروا دینا۔ یہ مضمون ۲۲ر جولائی ۱۹۴۷ء کے الفضل میں شائع شدہ ہے - اور وفات کی تاریخ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب نے خود درج کی - اس تحریر کا ایک ایک لفظ ومن خاف مقام ربّہ جنّتان کا مظہر ہے اور دال ہے کہ اس دُنیا میں حضرت میر صاحب کو اگلے جہان کے نظارے کروا دئے گئے تھے - اور خُدا کی صفات آپ پر جلوہ گر ہو گئی تھیں :-

"میں محمد اسمٰعیل ولد حضرت میر ناصر نواب صاحب ولد سیّد ناصر امیر صاحب دہلوی آج مورخہ ۱۸ر جولائی ۱۹۴۷ء بوقت پونے آٹھ بجے شام اپنے احباب و اعزّہ سے رخصت ہو کر عالم برزخ میں آ گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری پردہ پوشی اور مغفرت فرمائے - آمین - میں نے دُنیا میں چھیاسٹھ سال قیام کیا - یعنی ۲۰ر شعبان ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۸ر جولائی ۱۸۸۱ء دوشنبہ کے روز پیدا ہوا اور اٹھارہ جولائی ۱۹۴۷ء میں اس جہان فانی کو چھوڑا - ناظرین اللہ تعالیٰ سے دُعا فرماویں کہ وہ مجھے قبر کے

دکھوں ۔حشر کی تکالیف پل صراط کے مصائب اور دوزخ کے عذابوں سے محفوظ رکھ کے جنت الفردوس میں محض اپنے فضل، رحم اور کرم سے جگہ عنایت فرمائے ۔ اور اپنی نعمتوں سے بہرہ وافر عطا کرے ۔ آمین ۔

ہم میں سے ہر ایک نے خواہ وہ کوئی بھی ہو ۔ دنیا کو ایک دن چھوڑنا ہے ۔ مگر پھر بھی ہم اس سے اس طرح چمٹے رہتے ہیں جس طرح بچہ ماں سے ۔ اور ہرگز الگ ہونا نہیں چاہتے ۔ یہاں تک کہ ہم کو زبردستی اور اکثر اوقات خلاف مرضی اس سے الگ کیا جاتا ہے ۔ حالانکہ اگر موت نہ ہوتی تو ہم اپنے بڈھوں اور ناکارہ لوگوں کو شاید اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیتے ۔ یا دنیا سے تنگ آجانے کی وجہ سے خودکشیاں کرتے پھرتے ۔ دُنیا کی زندگی اور اس کے دُکھ آخر کار اس میں ہمارا رہنا دوبھر کر دیتے ۔ پس خُدا تعالیٰ کی کمال حکمت نے ہمارے لئے ایسا انتظام فرمایا کہ ہم خود ایک عمر کے بعد عالم دُنیا سے اکتانے لگتے ہیں ۔ لیکن چونکہ دوسرا عالم بن دیکھا ہوتا ہے ۔ اور شاید آخرت پر کامل یقین میسّر نہیں ہوتا اور اپنے گناہوں کا ڈھیر سامنے نظر آتا ہے ۔ اس لئے ہم کو دوسرے جہاں کی طرف انتقال کرتے ہوئے سخت ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے ۔ حالانکہ عالم بقای اصل جگہ ہے ۔ جہاں صفاتِ الٰہیہ اپنی پوری شدّت کے ساتھ ہم پر جلوہ گر ہونے والی ہوتی ہیں ۔ آخرت کی ربوبیّت دنیا کی ربوبیّت سے شدید تر ہے ۔ آخرت کا رحم دنیا کے رحم سے ارفع تر ہے اور آخرت کی مالکیّت دنیا کی مالکیّت سے اعلیٰ تر ہیں ۔ موت تو صرف ایک دروازہ ہے جو ایک خاردار سرنگ کے سر پر ہے اور دوست کو دوست سے اور بندہ کو اپنے مالک سے ملاتا ہے ۔ پس چند کانٹوں کی خراشوں سے ڈر کر حسنِ ازلی کی طرف نہ جانا یا نعمت ابدی سے منہ پھیر لینا اور اس محسن کی طرف والہانہ شوق و محبّت اور عشق کے ساتھ قدم نہ اٹھانا محض بے توفیقی اور نادانی ہے ۔ وہاں خُدا دُنیا کے خُدا سے زیادہ مہربان ہے ۔ زیادہ کریم ہے ۔ زیادہ غفور ہے ۔ زیادہ منعم ہے ۔ زیادہ مجیب و قریب ہے زیادہ رؤوف ہے ۔ زیادہ نافع ہے ۔ زیادہ حنّان و منّان ہے ۔ اور زیادہ سے زیادہ ہماری خواہشیں پوری کرنے والا ہے ۔ اور یقیناً ویسا نہیں جیسا غیر مذاہب والوں نے اس کو سمجھ رکھا ہے ۔ یا ہم میں سے اکثر نے اس کو ہوّا بنا رکھا ہے ۔ اسی نے تو انسان کو بہشت کے لئے اور اپنی صفات کے فیضان کے لئے پیدا کیا ہے ۔ پس یہ بدظنّی اپنے محسن پر کیوں کر روا رکھی جا سکتی ہے ۔ کہ وہ ہم کو وہاں دائمی دُکھ دینے کے لئے لئے جاتا ہے ۔ میں نے دُنیا میں تکالیف ، ابتلا ، مصائب اور بیماریاں سب دیکھے مگر ان میں بھی خُدا کے فضل اور اُس کی رحمت کو ہر قدم پر محسوس کیا ۔ پس اب

جبکہ لقائے الٰہی کا مقام قریب نہ ہوتا جاتا ہے۔ میں کیونکہ آگے بڑھنے یا انتقال مقامی سے ڈرتا رُکتا ہوں۔

سوائے عزیزو! تم بھی اس رحمان رحیم خُدا کی محسنانہ صفات پر ایمان بلکہ یقین رکھو۔ اور موت کو صرف ایک سیڑھی سمجھو جو نچلی منزل سے انسان کو بالاخانہ تک پہنچاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بندہ کی کسی چیز کا محتاج نہیں۔ نہ اس کے مال کا نہ اس کی عبادت کا۔ وہ تو صرف اتنا چاہتا ہے کہ بندے اس کو ہی اپنا پیارا ربّ تسلیم کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور اسی کو اپنا محسن، اپنا مُنعم، اپنا خیرخواہ اور اپنا مالک سمجھیں۔ پس کیا اتنی سی بات کے لئے انسان اپنی عاقبت خراب کرسکتا ہے۔ اس نے تو فرمادیا ہے کہ من قال لا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ دخل الجنّۃ۔ پس کیا اس کلمہ کے کہنے اور مان لینے سے جو محض حق ہی حق ہے۔ کوئی انسان انکار کرسکتا ہے۔ میں نے ایک عظیم الشان نبی سے لے کر دنیا کی ادنیٰ ترین مخلوق کو اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن جو کرم۔ جو رحم۔ جو شفقت۔ جو مروّت اور جو احسان مجھے اپنے خداوند خدا میں نظر آیا بخدا وہ ہرگز کسی دوسرے میں نظر نہیں آیا۔ پس ایسے خُدا کے لقاء سے اور اس کے رُوبرو پیش ہونے سے ڈرنے کے کیا معنی۔ دنیا کے آرام اور نعمتیں ان آراموں اور نعمتوں کا کیا مقابلہ کرسکتی ہیں جو اس نے ہمارے لئے اگلے جہاں میں مقدر کر رکھی ہیں۔ نیک اخلاق اور مذہبی عبادتیں تو محض ہمارے اپنے فائدہ کے لئے ہیں۔ نہ کہ خُدا کے کسی فائدہ کے لئے۔ لیکن اگر ان میں کچھ کمی رہ جائے تو اسے دعاؤں سے پوری کرو۔ مگر اپنے آقا کا دامن کسی حالت میں بھی نہ چھوڑو۔ کیونکہ ایسی وفاداری بہرحال تمہارے لئے بابرکت اور سودمند ثابت ہوگی۔

وافوّض امری الی اللہ۔ انّ اللّٰہ بصیرٌ بالعباد۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہِ ربّ العٰلمین۔ اشھد ان لا الٰہ اِلاَّ اللّٰہ وحدہٗ لا شریکَ لہٗ واَشھد انّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ رَبّنَا اِنّنا سمعنا منادیًا ینادی للایمان ان اٰمِنُوا بربّکُمْ فاٰمنّا ربّنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفرعنّا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار۔ اٰمین۔

## سفرِ آخرت کی تیاری

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کو اُن کی وفات کے وقت کے بارہ میں بھی بتلا دیا تھا۔ مرزا عزیز احمد صاحب راوی ہیں کہ وفات سے کچھ عرصہ قبل میر صاحب نے صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کو بتایا کہ میری وفات چھیاسٹھ سال کی عمر میں ماہ جولائی میں جمعہ کے دن ہوگی اور یہ بات میں ایک خواب کی بناء پر کہتا ہوں۔

(الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۴۷ء)

اپنی نوٹ بک میں درخواست کے عنوان سے آپ نے ایک تحریر لکھی - مرزا عزیز احمد صاحب کو بلا کر اسے پڑھایا - فرمایا اچھی طرح سمجھ لو۔ جب میاں عزیز احمد صاحب نے عرض کی کہ سمجھ لیا - تو فرمایا - اس پر دستخط کر دو تحریر کا ہر لفظ اس پر شاہد و ناطق ہے کہ الایمان بین الخوف والرجاء - کہ ایمان اُمید و بیم کی درمیانی کیفیت کا نام ہے - خُدا کی رحمت کے امیدوار بھی رہو اور اُس کی محبّت سے خوف بھی رہے - تحریر کے الفاظ یہ تھے : -

" آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ کوئی شخص اپنے انجام سے آگاہ نہیں - اللہ تعالیٰ میرا انجام اچھا کرے - اور مجھے بہشتی مقبرہ کا اہل بنائے - اگر یہ فضل مجھ پر خدائے قدوس کی طرف سے ہو جائے تو میری خواہش ہے کہ اپنے لوگوں میں دفن ہوں ایک جگہ حضرت والدہ صاحبہ اور دیوار کے درمیان ایک قبر کی ہے - حضور کی مہربانی ہوگی اگر مجھے وہاں دفن کیا جائے - و افوّض امری الی اللہ انّ اللہ بصیرٌ بالعباد -

اسی نوٹ بک میں تحریر ہے : -

میری نعش کو غسل دینے کے لئے اگر ممکن ہو تو شیخ عبدالرحیم صاحب بھائی جی اور شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی اور حکیم عبداللطیف صاحب شہید کو بلا لیا جائے - شہید صاحب پانی ڈالیں - کفن موجود ہے -

(الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۴۳ء)

## آپ کی بیماری

اپریل ۱۹۴۳ء میں آپ کو دمہ کا شدید دورہ ہوا - وسط جون میں بیماری نازک صورت اختیار کر گئی - اس موقعہ پر حضرت مصلح موعود نے خطبہ جمعہ میں آپ کے لئے دُعا کی تحریک کی جس میں حضرت مسیح موعود کے ابتدائی صحابہ کی تربیت - ان کے روحانی مقام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت میر صاحب کے لئے دُعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا : -

" اللہ تعالیٰ صحابہ کے وجود کو لمبے عرصہ تک قائم رکھے - تاکہ جماعت کے اندر ایسے نئے وجود پیدا ہو جائیں جو اپنی قربانی - اخلاص اور تقویٰ کے لحاظ سے صحابہ کا ہر رنگ رکھتے ہوں "

حضور نے فرمایا : -

" روحانی رنگ ظاہری قربانیوں سے پیدا ہوتا ہے - اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنا اس کے کلام پر غور کرنا - اس کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنا اور دوسروں کے اندر بھی ان صفات کو پیدا کرنا - اس کا نام روحانیت ہے ...... اللہ تعالیٰ کی محبّت اور صفاتِ الٰہیہ کو اپنے اندر جذب کرنا اور لوگوں کو ان چیزوں کی طرف توجہ دلانا - یہی اصل روحانیت ہے " (الفضل ۷ جولائی ۱۹۴۳ء)

۶ - ۷ جولائی ۱۹۴۳ء کو آپ پر نمونیہ کا حملہ ہوا - ہر ممکن علاج کیا گیا لیکن خدائی تقدیر اب یہ معلوم ہوتی تھی - کہ

گلستان احمدیت کی نغمہ ریز عندلیب ۔ جنت کے اشجار کی شاخوں پر جہچہائے ۔ خدا کا زاہد اور تارکِ دنیا بندہ اپنے محبوب ازلی کے ہاں حاضر ہو جائے ۔

## رفیقۂ حیات کو وصیّت

"وفات سے چند روز قبل اپنی اہلیہ محترمہ کو بُلایا ۔ اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا ۔ وعدہ کرو میرے مرنے پر آہ وزاری نہ کروگی ۔ دین سے ناواقف عورتیں بَین کرتی ہیں ۔ ایسی کوئی بات نہ کروگی ۔ حدیث میں آیا ہے بے اختیار جو آنسو نکل جائیں اُن کا کوئی حرج نہیں "۔ (الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۴۷ء)

## ۱۸ جولائی

اٹھارہ جولائی جمعہ کا روز تھا ۔ ساڑھے چھ بجے کے قریب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے سورۂ یٰسین کی تلاوت نہایت سوز اور درد میں ڈوبی ہوئی آواز کے ساتھ کی ۔ ساڑھے سات بجے کے قریب حضرت مصلح موعود صحن میں ٹہل رہے تھے کہ اندر سے اچانک آواز آئی جلدی آئیں حالت نازک ہے ۔ حضور اندر تشریف لے گئے تو سانس اکھڑ رہا تھا ۔ سات بج کر چالیس منٹ پر آپ نے آخری سانس لی ۔ اور میر ناصر نواب کا لختِ جگر ۔ امّ المومنین کا بھائی ۔ مسیح موعود کا منظورِ نظر ۔ اپنے خدا کے حضور حاضر ہو گیا ۔

انیس جولائی کو آٹھ بجے جنازہ اٹھایا گیا ۔ نمازِ جنازہ کی انیس[19] صفیں تھیں ۔ چھ سات ہزار کے درمیان احباب نماز میں شریک ہوئے ۔ میر صاحب کے موعود بھانجے اور داماد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے نماز جنازہ پڑھائی ۔ نماز جنازہ کے بعد کفن کا منہ کھولا اور خلیفۃ المسیح نے ماموں کی پیشانی پر بوسہ دیا ۔ اس کے بعد حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے اور پھر باری باری خاندان کے دوسرے افراد نے نورانی جبین کو چوما ۔ چہرہ باوجود طویل بیماری کے بہت بارونق ، شگفتہ اور نورانی نظر آتا تھا ۔ حضرت خلیفۃ المسیح ، میر داؤد احمد اور میر سید احمد ابن حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب نے آپ کا جسدِ مبارک لحد میں رکھا ۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالی اور آخری دعا کروائی ۔

آپ کی قبر کے کتبہ کی عبارت حضرت مصلح موعود نے یہ تجویز فرمائی :-

"حضرت مسیح موعود کو ان سے بہت محبت تھی ۔ اُن کے تمام کاموں میں آپ دلچسپی لیتے تھے ۔ اسی طرح حضرت میر صاحب کو آپ کے ساتھ عاشقانہ تعلق تھا ۔ بھائیوں میں حضرت امّ المومنین کو میر محمد اسمٰعیل سے زیادہ محبت تھی ۔ نہایت ذکی اور ذہین تھے حضرت مسیح موعود نے جب خطبہ الہامیہ دیا تو حضور نے تحریک فرمائی ۔ احباب اسے یاد کریں ۔ حضرت میر صاحب نے چند دن میں یاد کر کے حضرت مسیح موعود کو سُنا دیا ۔

"...... آپ مسیح موعود کے منظور نظر تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اکثر صحت خراب رہتی جب اچھی ہوتی الفضل میں مضامین لکھتے۔"

الفضل نے آپ کی وفات کی خبر جماعت کو ان الفاظ میں دی :۔

"یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ درج کی جاتی ہے کہ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب آج بروز جمعہ بتاریخ ۱۸ر جولائی ۱۹۴۷ء بوقت قریباً پونے آٹھ بجے شام انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔ حضرت میر صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود کے نسبتی بھائی تھے۔ آپ کا تقویٰ و طہارت اور صوفیانہ زندگی اور علم و عمل جماعت کے لئے خاص نمونہ تھی۔" (الفضل ۱۹ر جولائی ۱۹۴۷ء)

حضرت مولانا شیر علی صاحب آپ کے ہمسایہ تھے انہوں نے میر صاحب محترم کی وفات پر جو مضمون لکھا اُس کا ایک حصہ پیش خدمت ہے :۔

"حضرت ڈاکٹر میر صاحب مرحوم کے ریٹائر ہو کر قادیان آنے کے وقت سے باقاعدہ آپ کی ہمسائیگی بندہ کو میسر آئی۔ اِس عارضی اور مستعار زندگی کے دوران میں آپ نے ہمسائیگی کے تعلق کو جس خوبی اور عمدگی سے نباہا ہے بندہ اسکے بیان سے آپ کو عاجز پاتا ہے۔ آپ ان تمام حقوق کی ادائیگی میں جن کو کہ اسلامی شریعت ایک مسلمان ہمسایہ پر واجب قرار دیتی ہے۔ نہایت ہی اعلیٰ، بلند پایہ اخلاق پر قائم تھے۔ جہاں تک کہ بندہ نے دیکھا کہ آپ کی طرف سے ہمسائیگی کا تعلق یگانگت اور شفقت اور محبت میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اور اس پاک وجود نے دُوئی کے تمام پردوں کو چاک کر کے رکھدیا تھا۔ آپ بلا تکلف۔ بلا احساسِ غیریت نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے مشفقانہ اور برادرانہ رنگ میں بندہ کے مکان پر تشریف لاتے۔ گھریلو قسم کے ادنیٰ ادنیٰ معاملات پر گفتگو فرماتے اور ہر چھوٹے بڑے امر میں دلچسپی لیتے۔ آپ کی ذات میں میں نے بہترین قسم کا ساتھی۔ ہر کام کا عمدہ مشیر اور ہر دُکھ میں بہترین غمگسار پایا ..... حضرت میر صاحب عشقِ الٰہی کا چلتا پھرتا مجسمہ تھے۔ سلسلہ کی عزت و عظمت کا قیام ان کا مطمح نظر تھا۔ وہ ہر وقت دینی مطالعہ میں مستغرق رہتے۔ خُدا کی قدرتوں پر فکر کرتے رہتے تھے۔ بہت بڑے نکتہ رس عالم دین تھے۔" (الفضل ۲۲ر جولائی ۱۹۴۷ء)

حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری نے آپ کی وفات پر فرمایا :۔

"حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب دونوں بھائی اپنے رنگ میں بےنظیر تھے اور سلسلہ کے آفتاب و ماہتاب تھے۔

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب نہایت متقی اور نہایت متواضع تھے۔ مخلوق خُدا کی دینی و دنیوی مدد

کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اپنی تکلیف نظر انداز کرکے بھی دوسروں کا کام کر دینا اُن کی عادت تھی ...... حضرت مسیح موعود کے ساتھ آپ کو ایک خاص قسم کا تعلق تھا۔ آپ کی نظر بہت باریک بین تھی۔"

(الفضل ۲۳ جولائی ۱۹۴۷ء)

حضرت مولانا راجیکی نے فرمایا :-

" آپ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت اور معرفت کے لحاظ سے آپ کے اندر عبدِ مسلم کا بہترین نمونہ پایا جاتا تھا ........ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کا سلسلہ شب و روز جاری تھا۔ آپ قرآنی حقائق اور لطائف سے خاص طور پر لطف اندوز ہوا کرتے تھے ...... قرآنی حقائق کا فہم دقیق آپ کو عطا کیا گیا تھا۔ آپ قرآنی معارف کے غوّاص تھے۔ اور آپ کا فہم رسا دقائق کی گہرائیوں میں دُور تک نکل جاتا۔"

(الفضل ۷ اگست ۱۹۴۷ء)

خالدِ احمدیت حضرت مولانا شمس صاحب نے کہا :-

"روحانی علوم میں آپ کو خاص دسترس حاصل تھی۔ قرآن مجید کے ساتھ عشق تھا۔ اس کی آیات میں تدبّر کے عادی تھے۔ مشکل مقامات کو حل کرتے اور نہایت آسان پیرایہ میں بیان کرکے اشکال دُور فرماتے آپ عالم باعمل تھے تصوّف میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ عالم بھی تھے۔ صوفی بھی تھے۔ زاہد بھی تھے۔ نہایت شیریں مقال۔ شیریں زبان اور بامذاق دلپسند۔ ہم جلیس تھے۔ عمدہ اور دلچسپ نثر لکھتے۔ لطیف اور دل پسند شعر کہتے۔"

(الفضل ۲۳ جولائی ۱۹۴۷ء)

مولانا قاضی محمد نذیر صاحب نے آپ کی وفات پہ کہا :-

"میر صاحب سادہ زندگی بسر کرنے والے، غریبوں کی مجلس میں بیٹھنے سے مسرت محسوس کرتے۔"

(الفضل ۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء)

آپ کی وفات کا صدمہ کوئی معمولی صدمہ نہ تھا۔ ہر دل نے اِسے محسوس کیا۔ شیخ روشن دین صاحب تنویر نے اپنے جذبات کا اظہار ان اشعار میں کیا ؎

پھر یم سے جا ملا دُرِ یکدانہ ایک اور
نورِ ازل میں ڈھل گیا پروانہ ایک اور

پیمانہ تنگ اور وفورِ مئے حیات
چھلکا مئے حیات سے پیمانہ ایک اور

اہلِ بہشت لے ہی گئے ہم سے چھین کر
تسبیح ریز بلبلِ مستانہ ایک اور

(الفضل ۳۱ جولائی ۱۹۴۷ء)

ایک دوسرے شاعر سیف اللہ صاحب فاروقی نے آپ کی وفات پر لکھا: ؎

خون کے دریا بہا لے دیدۂ خونناب بار ۔۔۔ سامنے ہے آج تیرے میر صاحب کا مزار

مظہرِ اوصافِ احمد ہستی گم بودی وقار ۔۔۔ اے کہ تیرے نام سے تھا علم دین کا افتخار

رہتی دنیا تک رہیں گے کام تیرے یادگار ۔۔۔ اور تیری نیکیوں کے معترف لیل و نہار

مسیح پاک کے درختِ وجود کی سرسبز شاخو ۔ حضرت مسیح موعود سماء احمدیت کے قمر تھے تو صحابہ درخشندہ تارے ۔ وہ شمع جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے قادیان میں روشن ہوئی ۔ یہ سب اُس کے پروانے تھے ۔ یہ مسیح پاک کے شیدائی اور فدائی تھے ۔ یہ احمدیت کی پیشانی کے جھومر تھے ۔ ان میں سے ہر شخص "ینصرک رجالٌ نوحی الیھم من السماء" کا مصداق تھا ۔ خدائے قدوس کی تقدیر انہیں مسیح پاک کے قدموں میں لائی تھی ۔ اور اُس قادر و قدیر خُدا کی تقدیر کے ماتحت پھر ایک ایک ستارہ اس آسمان سے غروب ہوا ۔ ان میں سے ہر ایک مسیح پاک اور احمدیت کی صداقت کی دلیل تھا ۔ ان میں مسیح کی سچائی کی جھلک نظر آتی تھی ۔ یہ جیتے بھی احمدیت کے لئے تھے اور یہ مرے بھی احمدیت کی خاطر ۔ ہماری گنہگار آنکھیں اب انہیں ڈھونڈ رہی ہیں ۔ اور وہ اگلے جہان میں آنکھیں کھول چکے ہیں اور ہمیں کہہ رہے ہیں :-

"دیکھنا اس آسمان کی رونق اور سج دھج میں فرق نہ آنے دینا !"

اے مسیح پاک کے قدوس و کریم خُدا ! رنگ والے ! ہمیں بھی ان صحابہ کے رنگ میں رنگ دے کہ تیرے رنگ سے کونسا رنگ بہتر ہے ؟

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ونحن لہ عابدون -

## حُلیہ وعاداتِ مُبارکہ

قد درمیانہ ۔ رنگ گندمی سفید ۔ چہرہ قمری چہرہ ۔ عشقِ الٰہی اور محبتِ رسُول کا نور چہرہ پر عیاں ۔ کشادہ پیشانی ۔ ستواں ناک ۔ گھنی داڑھی ۔ اعضاء بھاری ۔ جسم بھرا بھرا ۔ باوقار چال ۔ بات بہت نرمی سے کرتے ۔ لیکن تمام دینی قول کر ۔ تقریر کی بجائے تحریر کو اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی کا ذریعہ بنایا ۔ مسائل پر دقیق اور گہری نظر ڈالتے ۔ آپ کے مضامین احباب بہت شوق سے پڑھتے ۔ آپ کی مجالس دینی اور علمی گفتگو پر مشتمل ہوتی ۔ طبیعت میں زہد تھا ۔ دنیا کی زخرفات انہیں اپنی طرف متوجہ نہ کر سکیں ۔ وہ دُنیا میں رہتے ہوئے بھی اس دُنیا کے نہ تھے ۔ گویا آپ کی زندگی اس شعر کی مصداق تھی ؎

در جہان و بازبیرون از جہاں ۔۔۔ بس ہمیں آمد نشانِ کاملاں

کاملوں کی نشانی یہی ہے کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا میں نہیں ہوتے ۔

صوفی مزاج لیکن زندہ دل۔ مخلوقِ خدا کے ہمدرد و غمخوار۔ آپ کی تربیت چونکہ اُس پاک گھرانہ میں ہوتی تھی اس لئے خُدا اور اس کے رسول کی محبت آپ کی رُوح کی غذا تھی۔ تدبّر اور غور و فکر کی عادت تھی۔ جب علم کے بحر میں غوطہ زنی کرتے تو انمول موتی نکال کر لاتے۔ قرآنی معارف سے خاص شغف تھا۔ نمازوں کے پابند اور اپنی اولاد کو اس کی تلقین کرنے والے۔ سادہ لباس۔ سادہ غذا۔ حفظ مراتب کا بہت خیال رکھنے والے۔ اُنکا اوڑھنا اور بچھونا دین تھا۔ وہ اس آیت کے مصداق تھے :۔

اِنَّ صلوتی ونُسُکی و محیایٖ ومماتی لِلّٰہِ رَبِّ العٰلمین ۔

آپ نے دو[۲] شادیاں کیں۔ پہلی شادی آپ کی پھُپھی زاد سے ہوئی۔ جب ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی تو دوسری شادی حضرت مرزا محمد شفیع صاحب محاسب صدر انجمن احمدیّہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس بیوی کے بطن سے کثیر اولاد سے نوازا۔ تین[۳] لڑکے سیّد محمد احمد، سیّد سید احمد ناصر اور سیّد امین احمد۔ اور سات لڑکیاں عطا فرمائیں۔ سب سے بڑی لڑکی سیّدہ حضرت اُمّ متین صاحبہ حضرت مصلح موعود کے عقد میں آئیں ؛

# اراکین مجالس انصار اللہ کو نیا سال مُبارک

خُدا کے فضل سے پندرھویں[۱۵] صدی ہجری میں مجالس انصار اللہ یکم صلح ۱۳۶۰ھش بمطابق یکم جنوری ۱۹۸۱ء سے اپنے پہلے سال کا آغاز کر چکی ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ آپ سب عہدیداران اور تمام اراکین مجلس کیلئے نئی صدی ہجری اپنے جلو میں بے حساب برکتوں اور رحمتوں کو لائے اور آپ سب صحت و سلامتی کے ساتھ سرگرمِ عمل ہونے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر گامزن ہونے کی زیادہ سے زیادہ توفیق پا دیں۔ آمین

اس موقع پر تمام عہدیداران مجالس سے درخواست ہے کہ سالِ نَو کے آغاز کے ساتھ ہی نئے عزم اور نئے جذبہ کیساتھ مجلس کے جملہ اغراض و مقاصد کو پیشِ نظر رکھ کر نئے سال کا لائحہ عمل ترتیب دیکر پوری سرگرمی سے کام شروع کر دیجئے اور اپنی مجلس کی سرگرمیوں اور نتائج کی حامل ماہانہ رپورٹ مقررہ فارم کو پُر کر کے ہر ماہ کی دس[۱۰] تاریخ تک مرکز کو ضرور ارسال کر دیا کیجئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضلوں کا وارث بنائے اور سعی مقبول و مشکور کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

# مجلسِ انصار اللہ نائیجیریا کا ساتواں سالانہ اجتماع

(گذشتہ سے پیوستہ)

نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اُٹھی۔ جلسہ گاہ مسجد سے باہر سڑک کے ساتھ شامیانے لگا کر بنائی گئی تھی۔ دوستوں کے بیٹھنے کے لئے کرسیوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ حاضری خدا کے فضل سے ۵۰۰ کے قریب تھی۔ جلسہ گاہ میں مختلف جماعتوں نے اپنے بینرز لگائے ہوئے تھے

## افتتاحی اجلاس

نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد مکرم مولانا محمد اجمل صاحب شاہد امیر جماعت احمدیہ نائیجیریا کی زیر صدارت اجتماع کے پہلے اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔

کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم عزیز الرحمٰن صاحب خالد نے کی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد دو چھوٹی بچیوں نے ترانہ پڑھا۔

اس کے بعد مکرم امیر صاحب نائیجیریا نے نائیجیریا کا پرچم اور پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ نائیجیریا مکرم الحاج عبدالعزیز صاحب بیولا صاحب نے لوائے احمدیت لہرایا۔ اس دوران فضا نعرہ ہائے تکبیر سے گونجتی رہی۔ بعد ازاں مکرم امیر صاحب نے انصار اللہ کا عہد دہرایا اور تمام انصار نے کھڑے ہو کر آپ کے ساتھ اپنا عہد دُہرایا۔

## خطاب مکرم امیر صاحب

عہد کے بعد مکرم امیر صاحب نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔ مکرم امیر صاحب نے اپنی تقریر کے شروع میں اجتماع پر آنے والے احباب کو خوش آمدید کہا۔ اور دُعا کی کہ آنے والوں کی تعداد میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہے۔

آپ نے واضح کیا کہ جماعت احمدیہ کا تعلق کسی خاص علاقہ یا کسی خاص زبان سے نہیں ہے بلکہ یہ ساری دنیا کے لئے ہے۔ آپ نے کہا کہ احمدیت کا تعلق صرف یوربا لوگوں سے نہیں ہے بلکہ ہاؤسا بولنے والے بھی انشاء اللہ احمدیت میں داخل ہوں گے۔ یاد رہے کہ شمالی علاقوں میں زیادہ تر ہاؤسا لوگ آباد ہیں۔ لیکن ہماری جماعت میں داخل ہونے والوں کی اکثریت یوربا ہے۔ محترم امیر صاحب نے تبلیغ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا ذکر عثمان فودی نے بھی کیا ہے اور در اصل آپ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آئے ہیں۔ اس لئے ہم لوگ جنہوں نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو قبول کیا ہے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم دوسرے

مسلمانوں تک بھی آپ کا پیغام پہنچائیں۔ آپ نے کہا کہ الٰہی جماعتیں شروع میں کمزور ہوتی ہیں اور آہستہ آہستہ ترقی کرتی ہیں۔ یہی حال جماعت احمدیہ کا ہے۔ جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کر رہی ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ وَسِّعْ مَکَانَکَ۔ اور آج ہم اس الہام کو پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔

امیر صاحب نے کہا کہ ہمیں اپنے گھروں نیز مساجد اور مشن ہاؤس کو بھی وسیع کرنا چاہیئے اور جماعت کو چاہیئے کہ امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق وسیع قطعہ حاصل کرے۔ اسی طرح آپ نے لیگوس، ابادان اور دوسری بڑی جماعتوں کو بھی زمین کے وسیع قطعات حاصل کرنے کی تحریک کی۔

آخر میں آپ نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لئے دُعا کی تحریک کی۔ تقریر کے بعد آپ نے اجتماعی دُعا کرائی۔ بعد میں آپ کی تقریر کا یوروبا زبان میں ترجمہ پیش کیا گیا۔

## حضور کے دَورہ نائیجیریا کی فلم

زعماء کی رپورٹس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دَورہ نائیجیریا کے موقع پر بنائی گئی فلم کا ایک حصّہ حاضرین کو دکھایا گیا۔

یہ VIDEO فلم تقریباً ۲ گھنٹے کی ہے اس میں نصف گھنٹے کا حصّہ جو کہ خطبہ جمعہ اور حضور کے دورۂ الارو کے مناظر پر مشتمل ہے رنگین T.V پر انصار اور دیگر احباب جماعت کو دکھایا گیا جسے دیکھ کر دلوں میں بہت بشاشت پیدا ہوئی اور دل خدا کی حمد سے بھر گئے۔ ۷ بجے شام یہ پروگرام ختم ہوا۔ اس کے بعد مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے ادا کی گئیں۔ نمازوں کے بعد مکرم منیر احمد صاحب بسمل نے درس حدیث دیا۔ آپ نے زور دیا کہ ہمیں رسُول پاک صلّی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلنا چاہیئے اور آپ کی سنّت پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا۔

## دوسرا اجلاس

رات ۱½ بجے کے قریب دوسرا اجلاس شروع ہوا جس کی صدارت مکرم الحاج اے۔ اے لیبرو صاحب چیئرمین نارد ان سرکٹ نے کی۔ اس اجلاس میں تقریری مقابلہ ہوا جس میں انصار نے بڑی دلچسپی سے حصّہ لیا۔

اس میں تقریباً ۲۰ انصار نے حصّہ لیا منصفین کے فیصلہ کے مطابق مکرم یالوگن صاحب ابادان فرسٹ اور مکرم عزیز احمد صاحب آف لیگوس سیکنڈ قرار پائے۔

## اجتماع کا دوسرا دن مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۸۰ء

اجتماع کے دوسرے دن کا آغاز نماز تہجد سے ہوا جو مکرم الفا آلود اصاحب نے پڑھائی اس کے بعد انہوں نے نماز فجر پڑھائی۔ نماز کے بعد مکرم مولوی ذکر اللہ ایوب صاحب نے درس قرآن کریم دیا۔

## افتتاحی اجلاس

۸½ بجے مکرم امیر صاحب کی زیر صدارت انصار اللہ کے افتتاحی اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم الحاج سلمان صاحب آف آلارو نے کی۔

اس کے بعد مکرم زعیم صاحب مجلس انصار اللہ لاگوس نے اپنی مجلس کی رپورٹ پیش کی (کل کے اجلاس میں وقت کی کمی کی وجہ سے ان کی رپورٹ پیش نہیں ہو سکی تھی) بعد ازاں مکرم عزیز الرحمٰن صاحب خالد نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے عربی قصیدہ یاعین فیض اللہ والعرفان کے چند اشعار خوش الحانی سے پڑھ کر سنائے۔

**چندہ جلسہ سالانہ کے بارہ میں اہم اعلان:۔** اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے چندہ جلسہ سالانہ کی ادائیگی کی تحریک کی اور اہم اعلان کیا کہ آئندہ مرکز سلسلہ کے طریق کے مطابق جلسہ سالانہ کا چندہ شرح کے مطابق وصول کرنے کا انتظام کیا جائے گا۔ پہلے یہ طریق چلا آرہا تھا کہ ہر جماعت کے ذمہ ایک رقم لگا دی جاتی ہے اور پھر جماعتیں عام تحریک کر کر کے چندہ اکٹھا کرتی ہیں اور دوست اس میں اپنے عطیات پیش کرتے تھے۔ آپ نے ہر جماعت میں یہ انتظام کرنے کو کہا کہ سب احمدی دوستوں سے دوران سال ان کی ماہانہ آمد کا ۱/۱۰ حصہ سال میں ایک مرتبہ کے حساب سے وصول کیا جائے۔ نیز آپ نے بتایا کہ امسال سالانہ جلسہ اجوکورو میں ہو گا جہاں پہ کہ ہمارا نیا مشن ہاؤس اور ہسپتال وغیرہ زیر تعمیر ہیں۔

اس کے بعد زاریہ کے اطفال اور بچیوں نے عربی زبان میں ترانہ سنایا اور سٹیج کے سامنے مارچ پاسٹ کی۔ ان میں سے ایک چھوٹی بچی نے یوروبا میں تقریر کی اور زاریہ آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ پھر ایک اور بچی نے یہی تقریر انگلش میں کی۔ اس کے بعد بچے مارچ پاسٹ کرتے اور عربی میں ترانے گاتے ہوئے واپس چلے گئے۔ مکرم امیر صاحب نے اطفال کے نگران کو کچھ رقم بطور انعام دی اور کہا کہ اسے بچوں کی مزید تربیت پہ خرچ کیا جائے۔

## احمدیہ سنٹرل مسجد زاریہ

احمدیہ سنٹرل مسجد زاریہ نائیجیریا میں جماعت کی اوّلین مساجد میں سے ایک ہے۔ یہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیّر کے زمانہ میں بنائی گئی تھی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے نصف صدی سے زائد عرصہ میں جماعت کی تعداد میں خاصا اضافہ ہو چکا ہے اور یہ مسجد اب جماعتی ضروریات کے لئے ناکافی محسوس ہوتی ہے اس لئے اجتماع کے لئے مسجد سے باہر جلسہ گاہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ چنانچہ اب اس کی جگہ نئی وسیع مسجد تعمیر کرنے کا پروگرام ہے جس کا سنگِ بنیاد مکرم امیر صاحب نے اس اجتماع کے دوران رکھا۔

## نئی مسجد کا سنگِ بنیاد اور اس کے لئے عطیات کا روح پرور منظر

نئی مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے سے قبل محترم امیر صاحب نے مسجد کی تعمیر کے لئے عطیات پیش کرنے کی تحریک کی اس پر احباب جماعت نے انفرادی طور پر اور اپنے اپنے مشنوں (جماعتوں) کی طرف سے ایک دوسرے سے بڑھ کر عطیات پیش کئے اور اسی وقت خدا کے فضل سے ۱۳۰۰ نائرے سے زائد رقم نقد ادا کر دی (جو تقریباً بیس ہزار روپے کے برابر ہے) ۔ اس کے علاوہ متعدد جماعتوں نے وعدہ جات کئے ۔ بعد ازاں محترم امیر صاحب نے پہلی مسجد کے احاطہ میں نئی اور وسیع مسجد کی تعمیر کے لئے سنگِ بنیاد رکھا۔ سنگِ بنیاد کے لئے استعمال کی گئی اس اینٹ پر سیدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دعا فرمائی تھی۔ اس کے بعد پریذیڈنٹ جماعتِ احمدیہ نائیجیریا مکرم الحاج عبد العزیز صاحب ابیولا صاحب نے ایک اینٹ رکھی اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے اجتماعی دعا کرائی ۔

**ریڈیو اور ٹی۔ وی پر خبر:۔** اس روز ریڈیو ڈونا سے جماعت کے اس اجتماع اور مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنے کی خبر نشر کی گئی۔ اس کے علاوہ T.V سے بھی خبر نشر کی گئی ۔

## امیر صاحب آف زاریہ سے ملاقات

اسی روز شام کو امیر صاحب آف زاریہ سے ملاقات کا پروگرام تھا۔ چنانچہ مکرم امیر صاحب معہ عمائدین جماعت، مبلغین کرام ایک قافلہ کی صورت میں مسجد سے روانہ ہوئے ۔ خدام نے وردی پہن کر سکوٹروں پر سوار ہو کر جلوس کی رونق میں مزید اضافہ کیا تھا ۔ جب مکرم امیر صاحب وہاں پہنچے تو امیر آف زاریہ نے آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔

مکرم امیر آف زاریہ نے جماعت احمدیہ نائیجیریا کا شکریہ ادا کیا ۔ جماعت احمدیہ کی خدمات کا ذکر کیا اور جماعت کی ہر آن ترقی پر خوشی کا اظہار کیا۔ امیر نے زاریہ میں جماعت کی نئی مسجد کی تعمیر کے آغاز پر بھی مبارکباد پیش کی ۔

مکرم محمد اجمل صاحب شاہد امیر جماعت احمدیہ نائیجیریا نے اپنی جوابی تقریر میں امیر آف زاریہ کا شکریہ ادا کیا اور اسے جماعت کی مختصر تاریخ اور عقاید سے آگاہ کیا ۔ اور اس ضمن میں آپ نے خاص طور پر حضرت عثمان بن فودی کا ذکر کیا ۔

اس کے بعد آپ نے امیر آف زاریہ کو قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ معہ تفسیر، اسلامی اصول کی فلاسفی ۔ HOUSA TRACED TO ARABIC اور حالیہ طبع کردہ البم پیش کیا۔ جو امیر آف زاریہ نے اور ان کے چیفس نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔

# ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

مجالس انصاراللہ کے زعماء کرام مہربانی فرما کر اپنی اپنی مجالس میں یہ جائزہ لیں کہ ماهنامه انصاراللہ کے کس قدر مزید خریدار مہیا کئے جا سکتے ہیں اور پھر اس سلسلہ میں اپنی کوششوں کے نتائج سے قائد اشاعت مجلس انصاراللہ مرکزیہ کو مطلع فرمائیں - موجودہ زمانے میں اخلاق فاضلہ کا قیام اور اخلاقی بےراہروی کا انسداد صرف اسی طرح ممکن ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیم کو باقاعدگی کے ساتھ اور احسن طریق پر لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے - ماهنامه انصاراللہ نے اسی رنگ میں بیڑا اٹھایا ہے - ماهنامه انصاراللہ کا سالانہ چندہ مبلغ پندرہ روپے مقرر ہے -

مرزا غلام احمد

مینجر ماهنامه انصاراللہ ربوہ

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا -